بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم — وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

جلد 47

شمارہ 33

ہفت روزہ

بدر

قادیان

The Weekly BADR Qadian

ایڈیٹر
منیر احمد خادم
نائبین
قریشی محمد فضل اللہ
منصور احمد

Postal
Registration
No:p/GDP-23

شرح چندہ
سالانہ 150 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
20 پونڈ یا 40 ڈالر
امریکن۔ بذریعہ
بحری ڈاک 10 پونڈ
یا 20 ڈالر امریکن

19 ربیع الثانی 1419 ہجری 13 ظہور 1377 ہش 13 اگست 98ء

A. HASAN

لنڈن ۷ اگست ۹۸ء (مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل) سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اللہ تعالیٰ کے فضل سے بخیریت ہیں الحمدللہ۔

آج حضور انور نے مسجد فضل میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہوئے جلسہ سالانہ کے انتظامات پر روشنی ڈالی۔ حضور نے فرمایا کہ ساری دنیا میں جلسہ سالانہ کے منتظمین ایک سرخ کتاب بنائیں جس میں جلسہ میں پیش آنے والے اہم امور اور خامیوں کو ضرور نوٹ کریں۔ حضور نے مختلف ممالک میں ہونے والے سیاسی حالات کا بھی ذکر کرتے ہوئے احمدیوں کو ان کے فرائض کی طرف توجہ دلائی۔ پیارے آقا کی صحت و سلامتی درازی عمر مقاصد عالیہ میں فائز المرامی اور خصوصی حفاظت کیلئے احباب دعائیں کرتے رہیں۔

تمام دنیا میں اس سال جماعت احمدیہ مسلمہ میں پچاس لاکھ سے زائد افراد کی شمولیت

جلسہ سالانہ برطانیہ میں حضرت امام جماعت احمدیہ کا روح پرور اعلان

جلسہ سالانہ برطانیہ کے تینوں روز حضرت امیر المومنین کے خطابات اور انٹرنیشنل مجلس عرفان

ممبر پارلیمنٹ برطانیہ مسٹر ٹام کاکس کی شمولیت

اور حضور انور کی کتاب Revelation Rationality Knowledge and Truth پر محققانہ تبصرہ

دنیا بھر سے 15 ہزار سے زائد احمدیت کے پروانوں کا اجتماع

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ برطانیہ کا 33 واں جلسہ سالانہ اسلام آباد ٹلفورڈ میں 31 جولائی یکم و 2 اگست کو نہایت کامیابی کے ساتھ منعقد ہو کر اختتام پذیر ہوا۔ امسال جلسہ سالانہ کی حاضری پچھلے سال کی نسبت دگنی رہی حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے لوائے احمدیت لہرایا اور پھر خطبہ جمعہ کیلئے سٹیج پر تشریف لائے حضور انور نے خطبہ جمعہ میں سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعض احادیث مبارکہ پڑھ کر سنائیں جن میں اس امر پر خاص زور دیا گیا تھا کہ دین اسلام آسانی پیدا کرنے کیلئے ہے اور مشکلات سے ہٹانے کیلئے یہاں تک کہ کسی کی تکلیف کا احساس کر کے آنحضرت ﷺ نماز بھی ہلکی پڑھا دیا کرتے تھے۔

جمعہ کے روز دوسری نشست کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا جو کہ مکرم قاری نواب احمد صاحب گنگوہی آف قادیان نے کی حضور انور نے افتتاحی خطاب میں اپنے خطبہ جمعہ کے مضمون کو ہی مزید جاری رکھا اور اس امر پر خوشنودی کا اظہار فرمایا کہ گذشتہ سال کی نسبت اس سال جلسہ میں دگنی حاضری ہے۔ حضور انور نے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے 1898 کے بعض الہامات کا تذکرہ کر کے بتایا کہ ٹھیک سو سال بعد 1998 میں وہ الہامات اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پورے ہو رہے ہیں۔

جلسہ سالانہ کے دوسرے روز کے پہلے اجلاس میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مستورات کے جلسہ سے خطاب فرمایا برطانیہ کے امسال کے جلسہ سالانہ کی ایک خاص بات یہ رہی کہ امسال عورتوں کے الگ سے بھی جلسہ کے پروگرام تھے۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے مستورات سے خطاب فرماتے ہوئے عالمگیر طور پر تبلیغ کے میدان میں عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ جو بے نظیر خدمات سر انجام دے رہی ہیں ان کا ذکر فرمایا۔ حضور نے فرمایا کہ دعوت الی اللہ کے میدان میں عورتوں کی مہمان نوازی کی خدمات قابل رشک ہیں۔ اپنے خاوندوں کے شانہ بشانہ عورتیں نواحمدیوں کی مہمان نوازی کی خدمات سر انجام دے رہی ہیں۔ حضور نے خاص طور پر غانا کی لجنات کا ذکر فرمایا کہ وہ معلمات کی ٹریننگ میں ایک اہم کردار ادا کر رہی ہیں۔

دوسرے روز کے دوسرے اجلاس میں حضور انور نے دنیا بھر میں پھیلی ہوئی احمدیہ جماعتوں کی گزشتہ سال کی تبلیغی تربیتی اور مالی خدمات کا ایمان افروز تفصیلی تذکرہ فرمایا حضور انور کے خطاب سے قبل برطانیہ کے ممبر پارلیمنٹ مسٹر ٹام کاکس نے جلسہ سالانہ کی مبارک باد پیش کرتے ہوئے تقریر کی آپ نے بالخصوص حضور انور کی کتاب Revelation Rationality Knowledge and Truth پر محققانہ تبصرہ کیا۔ آپ کے خطاب سے قبل امیر صاحب جماعت احمدیہ برطانیہ نے بعض معززین کے پیغامات پڑھ کر سنائے۔

حضور انور نے فرنچ سپیکنگ ممالک میں احمدیت کے بڑھتے ہوئے نفوذ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ 1993 میں آپ نے جو رؤیا دیکھی تھی اس کے مطابق الحمد للہ کہ سال بہ سال فرنچ سپیکنگ ممالک میں بیعتوں کی رفتار غیر معمولی طور پر بڑھ رہی ہے حضور نے فرمایا اب تک ان ممالک میں 5650552 بیعتوں کی تعداد ہو چکی ہے۔ حضور نے ہندوستان کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ امسال ہندوستان میں 649449 بیعتیں ہوئی ہیں جبکہ گذشتہ پانچ سالوں میں ساڑھے گیارہ لاکھ تھیں اور سال 93 میں صرف 2000 حضور انور نے عالمگیر جماعت احمدیہ کو خوشخبری دیتے ہوئے بتایا کہ امسال ساری دنیا میں نصف کروڑ سے زائد لوگ جماعت احمدیہ مسلمہ میں شامل ہو چکے ہیں یعنی پچاس لاکھ چار ہزار پانچ صد اکانوے ان میں 93 ممالک کی 223 اقوام شامل ہیں حضور نے فرمایا دنیا بھر میں 67 ممالک میں 1093 مرکزی مبلغین کام کر رہے ہیں حضور نے فرمایا امسال پاکستان کے علاوہ دنیا بھر میں 2562 نئی جماعتیں قائم ہوئی ہیں جن میں سے 1894 میں نظام جماعت مستحکم ہو چکا ہے 1066 مساجد عطا ہوئیں جن میں سے 948 مساجد اماموں سمیت عطا ہوئیں حضور نے فرمایا دنیا کی ساری جماعتیں نوٹ کریں کہ نئی مساجد بنانے کی کوشش کریں حضور نے فرمایا کہ اگر آپ ایک مسجد بنائیں گے تو اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کئی بنی بنائی مسجدیں آپ کو عطا کرے گا۔ حضور انور نے اپنے خطاب میں افریقن ممالک اور انڈونیشیا بھارت اور یورپ کے بعض ممالک میں بڑھتی ہوئی تبلیغی سرگرمیوں کا نہایت ایمان افروز رنگ میں ذکر فرمایا۔ نیز دنیا بھر میں مخالفین احمدیت کو جو عبرتناک آسمانی سزائیں مل رہی ہیں ان کا ذکر کیا۔

جماعت کی مالی قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ امسال جماعت کا بجٹ 2 کروڑ 7 لاکھ 82 ہزار پونڈ ہو چکا ہے۔ یعنی کہ کم و بیش سوا ارب روپیہ سے زائد ہو چکا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ یہ اعداد و شمار صرف لازمی چندہ جات کے ہیں اس کے علاوہ جماعت مختلف میدانوں میں طوعی رنگ میں بھی لامثال قربانیاں پیش کر رہی ہے۔

حضور انور نے تبلیغی مراکز کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ یہ مراکز جو نہایت وسیع و عریض رقبوں پر مشتمل ہیں امریکہ ان مراکز کے اعتبار سے سر فہرست ہے یہاں 36 تبلیغی مراکز خدمت اسلام کا فریضہ سر انجام دے رہے ہیں۔

تیسرے روز ہندوستانی وقت کے مطابق ٹھیک چار بجے شام اجتماعی بیعت ہوئی جس میں دنیا بھر کے احمدی اور نواحمدی مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے ذریعہ شامل ہوئے۔ حضور نے الفاظ بیعت دوہرانے کے بعد سجدہ شکر ادا کیا چنانچہ 160 ممالک کے احمدی اپنے امام کے ساتھ سجدہ شکر میں گر گئے۔

(باقی صفحہ 3 پر ملاحظہ فرمائیں)

منیر احمد حافظ آبادی ایم۔اے پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر آفسیٹ پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر نگران بدر بورڈ قادیان :

رمضان المبارک ۹۸ء میں

قسط نمبر (10)

حضرت امیر المومنین کا درس القرآن

اتوار ۲۵/ جنوری ۱۹۹۸ء

آج درس القرآن نمبر ۲۲ میں حضور نے فرمایا کہ شان نزول کی جو بحث چل رہی ہے اس سلسلے میں کچھ ایسی پیشگوئیاں ہیں جو مستقبل سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور لوگ انہیں سمجھ نہیں سکتے سوائے اس کے کہ ایمان بالغیب ہو اور جب وہ پوری ہوتی ہیں تو پھر سمجھ آتی ہے کہ کس شان کے ساتھ پوری ہوتی ہیں۔ چونکہ میں نے اس نظرئے سے مطالعہ کیا ہے اس لئے جماعت کے مفسرین کے ساتھ بھی میرا اختلاف ہے۔ میں نے اس نظر سے شان نزول کا مطالعہ کیا ہے اس لئے میں دنیا پر یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ قرآن کی شان نزول بسا اوقات بعد میں ظاہر ہوتی ہے اور جب ظاہر ہوتی ہے تو اور کسی بات کی ضرورت نہیں رہتی۔

اس ثبوت کیلئے میں نے بہت سی آیات میں سے چند چنی ہیں اور جب میں سناؤں گا تو آپ حیران رہ جائیں گے کہ یہ کس قدر عظیم الشان الٰہی کتاب ہے۔ اس ضمن میں حضور انور نے سورۃ التکویر کی آیات ۱ تا ۱۴ کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ ان تمام آیات میں ربط موجود ہے۔ جب سورج کو لپیٹ دیا جائے گا اور جب ستارے ماند پڑ جائیں گے یہ قیامت کے بعد ہونے والی باتیں تو نہیں ہیں۔ "اِذَاالشَّمس کُوِّرَت " سے مراد سوائے آنحضرت ﷺ اور اسلام کے سورج کے اور کوئی لیا ہی نہیں جاسکتا۔ اس آیت کی ترتیب بتا رہی ہے کہ شمس سے مراد سراجاً منیراً ہے۔ اور یہ وہ دور ہے جس میں آپ کی شان اور روشنی کو لپیٹ دیا گیا ہے اور صحابہ اور علماء وہ ستارے ہیں جن کا ذمہ اسلام کو روشن رکھنا تھا اور جن کی روشنی ماند پڑ چکی تھی۔ "وَاِذَا الجِبَالُ سُیِّرَت" اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے۔ پہلی دو آیات میں روحانی منظر کھینچنے کے بعد دنیاوی حالت بیان فرمائی ہے۔ اس آیت میں دو معنے ہیں۔ ایک تو یہ کہ پہاڑوں پر کثرت سے چلا جائے گا اور دوسرے یہ کہ پہاڑوں کے برابر بوجھل وزن کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جائے گا۔ اور پہاڑوں کو واقعی اڑانے کے بعد چٹیل زمین نکالی جاتی ہے اور کام میں لائی جاتی ہے۔ یہ تینوں باتیں اس زمانے میں پوری ہو رہی ہیں۔ ان کے علاوہ پہاڑ کا لفظ حکومتوں پر بھی استعمال ہوتا ہے یعنی بعض حکومتوں کا اثر و رسوخ دنیا میں پھیلا دیا جائے گا۔ یہ ساری باتیں جو ان آیات میں مذکور ہیں اس زمانے میں ہو رہی ہیں۔ ایک طرف اسلام کا سورج لپیٹا گیا ہے اور دوسری طرف بڑی بڑی حکومتیں اٹھ کھڑی ہوئی ہیں۔ اور اپنا اثر و رسوخ ساری دنیا میں پھیلا رہی ہیں۔ وَاِذَا العِشَارُ عُطِّلَت" وزن کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا بتاتا ہے کہ طاقتور ٹرانسپورٹ کے ذرائع ایجاد ہو جائیں گے اور اونٹنیاں بیکار ہو جائیں گی۔ حضور نے فرمایا کہ یہ ایک جانور ہے جو بیکار کیا گیا ہے۔ لیکن باقی وحوش کی اہمیت اتنی بڑھ گئی ہے جو "اِذَا الوُحُوش حُشِرَت" میں بیان ہوئی ہے کہ مختلف قسم کے جانور دنیا کے مختلف چڑیا گھروں میں اکٹھے کئے جائیں گے۔ "وَاِذَا البِحَارُ سُجِّرَت" جب یہ جانور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کئے جارہے ہیں تو ظاہر ہے کہ کسی سواری پر کیا جارہا ہے جس کیلئے مضبوط اور بڑے ٹرانسپورٹ سسٹم کی ضرورت ہے۔ اس زمانے کا انسان گمان بھی نہیں کر سکتا تھا۔ دنیا بھر کے چڑیا گھروں میں جو جانور نظر آتے ہیں وہ اونٹنیوں کے معطل ہونے اور نئی ٹرانسپورٹ کی ایجاد کی وجہ سے ہے۔

حضور نے فرمایا کہ " وَاِذَا البِحَارُ سُجِّرَت" کا وہ ترجمہ جو ہونا چاہئے ہماری تفسیروں سے غائب ہے حالانکہ یہ وہ دور ہے جس میں سمندر جہازوں سے بھر جاتے ہیں۔ Lane Lexican نے بھی لفظ بِحَارُ سُجِّرَت کے تحت یہی معنے کئے ہیں لڑائیوں کے علاوہ آج کل سمندر عظیم الشان جہازوں سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ وَاِذَا النُفُوس زُوِّجَت " یہ ساری ٹرانسپورٹ ساری دنیا کو ملانے اور ایک جان بنانے کا ذریعہ بن جائے گی۔ حضور انور نے فرمایا U.N.O اور دیگر علاقائی معاہدوں کے ذریعے یہ سب ہو رہا ہے۔ ان آیات کی شان نزول اس طرح مربوط ہے اور زمانے کے واقعات بعینہ اس طرح ظاہر ہو رہے ہیں۔ اور پھر آگے فرمایا "وَاِذَا المَوءُ دَةُ سُئِلَت" قانون کا دور ہوگا۔ دنیا آپس میں قانون سے باندھی جائے گی۔ اولاد پر ذاتی ملکیت کا دور ختم ہو جائے گا اور قومی ملکیت کا دور ختم ہو جائے گا اور قومی ملکیت ہوگی۔ پاکستان اور انڈیا میں Child Labour ہو رہی ہے اور یہاں کے لوگ انہیں پوچھ رہے ہیں کہ ایسا کیوں ہے۔ الغرض عالمی قوانین کا دور ہوگا۔ بنیادی حقوق کے بارہ میں یو این او کے ذریعہ ہر ملک سے پوچھا جائے گا۔ زُوِّجَت نے سب کو ایک کر دیا ہے اور پھر فرمایا وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَت "اس سے زیادہ آپس میں ملانے کا کوئی ذریعہ نہیں جس طرح اخبارات ملاتے ہیں ٹی وی اور ریڈیو بھی اتنے موثر نہیں۔ یہ اخباروں کا دور ہے۔ وہ زمانہ برادری کو صحف کے ذریعہ سے جوڑنے کا زمانہ ہوگا۔ کثرت سے کتب اور لٹریچر شائع ہوگا۔ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں اس کا تصور ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ لفظ نُشِرَت بتا رہا ہے کہ نشر و اشاعت کا زمانہ ہوگا۔ آگے چلیں تو" وَاِذَا السَّمَاءُ کُشِطَت" میں سائنسی علوم کی ترقی کی خبر ملتی ہے۔ آسمان کی کھال ادھیڑ دی جائے گی۔ تعلیم نے انسانوں میں طاقت پیدا کر دی ہے۔ صُحُفِ نُشِرَت کا زمانہ علم کے ساتھ ہے " وَاِذَا الجَحِیمُ سُعِّرَت" اسلام کا سورج ڈھانپے جانے کے بعد اور ان تمام ایجادات کے بعد وہ امن اور چین جو آنحضرت ﷺ کے ساتھ وابستہ تھا وہ جاتا رہے گا۔ تم جو بھی کر لو گے وہ سب جہنم کی آگ ہے۔ جو عالمی جنگیں بھڑکانے کا سبب بنتی رہیں گی۔ حضور انور نے فرمایا عالمی ایجادات وغیرہ کے ذکر کے بعد سائنس جو پر پرزے نکال رہی ہے اس سے وہ آگ مراد ہے۔ حضور انور نے فرمایا کہ دیکھیں ہر آیت اور واقعہ دوسرے سے مربوط ہے۔ ہر آیت کا نتیجہ اگلی آیت میں ہے۔

اس کے بعد حضور نے سورۃ الانبیاء کی آیات ۳۱ تا ۳۴ تلاوت فرمائیں اور فرمایا کہ یہ حیرت انگیز کلام الٰہی ہے۔ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں زمین و آسمان کا تصور کہ وہ جڑے ہوئے گیند کی طرح ہیں بالکل نہیں تھا۔ اور مزے کی بات ہے کہ اس میں کفار کو خطاب کیا گیا ہے جو خدا اور رسول کے منکر ہیں کیونکہ زمین و آسمان کے رتقاً ہونے کا راز مستقبل میں کفار نے ہی معلوم کرنا تھا اور موجودہ دور میں جو خدا کے منکر ہیں انہی سے ثابت کروایا کہ اے کافرو تم ہی دنیا کو قرآن کی سچائی کی باتیں بتا رہے ہو۔ اور ہم نے اس گیند کو پھاڑ دیا ہے اور پانی سے زندگی پھوٹی۔ مقصد زندگی پیدا کرنا تھا۔ حضور انور نے فرمایا کہ وہ زندگی جو پانی کے بغیر بظاہر موجود تھی وہ زندگی نہیں بلکہ Organism ہیں اور زندگی پانی سے پھوٹتی ہے۔ اور عام Bio- Units پانی کے نتیجے میں پیدا ہوتے ہیں۔ پانی کو زندگی کا ذریعہ بنایا اور اس کے بعد پہاڑوں کے ذریعہ پانی کا خصوصی نظام قائم ہوا۔ آیت نمبر ۳۲ میں تمید کا ترجمہ حضور نے "تمہارے لئے دستر خوان بچھا دیا" کیا امام راغب نے بھی یہی ترجمہ کیا ہے یعنی پہاڑوں کی وجہ سے بہنے والے پانی سے تمہارے لئے کھانے کا انتظام کیا۔ حضور نے پہاڑوں کے مختلف فوائد جو زمین کو پہنچتے ہیں۔ تفصیل سے بیان فرمائے۔ اس کے بعد " وَجَعَلنَا السَّمَاءَ سَقفاً مَحفُوظاً" کے مضمون پر روشنی ڈالی کہ زمین و آسمان کے درمیان ایسی سطحیں بنادی ہیں جن کے نتیجے میں آسمان سے اترنے والی شعائیں کچھ تو ادھر ادھر جذب ہو جاتی ہیں اور کچھ زمین پر صاف ہو کر اترتی ہیں۔ اور یہ تمام باتیں ان کفار کی تحقیقات کے ذریعہ سے ظاہر ہوئیں۔ مگر یہ عقل کے اندھے معلوم کرنے کے باوجود خدا کے منکر ہیں۔ حضور نے فرمایا یہ تمام مضامین تفصیل کے ساتھ میری شائع ہونے والی کتاب میں مذکور ہیں۔

حضور نے بعض اور آیات کے حوالے سے جن میں دو سمندروں کے ملنے کا ذکر ہے فرمایا کہ سمندروں کا آپس میں ملنا بہت دلچسپ مضمون ہے۔ حضور انور نے بڑی تحدی کے ساتھ فرمایا کہ قرآن مجید میں اس بارہ میں صرف دو آیات ہیں اور دو ہی واقعات دنیا میں گزرے ہیں جہاں دو سمندروں کو ملایا گیا ہے۔ سب سے پہلا ذکر قرآن مجید میں اس طرح ہے کہ " وَمَا یَستَوِی البَحرَان هٰذَا عَذبٌ فُرَاتٌ سَائِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلحٌ اُجَاج" یہ دو الگ الگ سمندر ہیں، برابر نہیں۔ دونوں سے گوشت کھاتے ہو۔ اس مضمون کا تعلق روحانی دنیا سے بھی ہے یعنی اسلام کا سمندر اور دوسرے مذاہب کے سمندر جن سے سب فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

پھر سورہ رحمٰن میں ہے " مَرَجَ البَحرَینِ یَلتَقِیَان " وہ دو سمندروں کو ملادے گا جو موجیں مارتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف بڑھیں گے۔ " بَینَهُمَا بَرزَخٌ لَا یَبغِیَان " حضور نے فرمایا یہ نہر سویز کی طرف اشارہ ہے۔ جب یہ ملائے جائیں گے۔ تو یہ راستہ پہاڑوں جیسے جہازوں سے بھر جائے گا۔ خصوصاً جنگ کے دنوں میں نہر سویز جنگی جہازوں سے بھر جاتی ہے۔ دنیا کے ماہرین کہتے ہیں کہ اگر نہر سویز نہ بنائی جاتی تو دنیا میں مشرقین اور مغربین کا ایک ہونا ناممکن ہوتا۔

نہر پانامہ وسطی امریکہ کے جنوب میں واقع کوسٹاریکا کے ایک علاقہ پانامہ سے گزرتی ہے۔ قرآن کریم کی آیات بعینہ اس جگہ کی نشاندہی کر رہی ہیں۔ " وَهُوَالَّذِی مَرَجَ البَحرَینِ هٰذَا عَذبٌ فُرَاتٌ".... یاد رکھیں کہ بحر الکاہل کا پانی سب سمندروں سے مقابلۃً میٹھا ہے مگر یہ نشاندہی کافی نہیں۔ فرمایا ان دونوں کے درمیان ایک بہت بڑی روک ہے مگر جب یہ Merg کر رہے ہوتے ہیں تو میٹھا اور کڑوا پانی مل رہا ہوتا ہے۔ دنیا کے سمندروں میں پانامہ کے سوا کوئی جگہ نہیں جہاں سمندر کے کڑوے پانی کو دوسرے سمندر کے ملنے سے پہلے میٹھا بنا دیا جاتا ہے۔ بحر الکاہل اور بحر اوقیانوس کے درمیان ۸۲ کلو میٹر کی برزخ تھی جسے نہر پانامہ کے ذریعہ ملا دیا گیا۔ اس کا آغاز ۱۸۸۱ء میں فرانسیسیوں نے کیا لیکن پھر چھوڑ دیا۔ ۱۸۸۹ء میں پھر شروع کیا پھر ناکامی ہوئی۔ ۱۹۰۳ء میں امریکہ نے یہ مہم اپنے ذمہ لی جس کی وجہ پانامی revolt کی مدد کرنا اور کولمبیا کے نفوذ کو توڑنا تھا۔ اس دوران ان کی توجہ پانامہ کی طرف ہو گئی اور کولمبیا کو وہاں سے نکال کر پانامہ کے حقوق حاصل کر کے ۱۹۱۴ء میں اسے باقاعدہ کھول دیا۔ ۱۹۷۸ء سے ۱۹۹۹ء تک اس کے حقوق U.N.O کے پاس ہیں۔ اس میں خاص توجہ کے لائق اس کا میٹھا پانی ہے۔ یہ ۸۲ کلو میٹر تک پھیلی ہوئی جھیلوں اور دلدلوں سے گزرتی ہے جن کا پانی میٹھا ہے اور سمندر کو دوسرے سمندر میں ملنے کی اجازت نہیں جب تک وہ وہاں سے گزر کر میٹھا نہ ہو جائے۔ حضور نے فرمایا اس آیت کا اطلاق سوائے پانامہ کے کسی اور پہ ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ میٹھا اور وہ کڑوا اور ان دونوں کے درمیان ۸۲ کلو میٹر کی جدائی۔ اس کو کہتے ہیں شان نزول کہ مستقبل کی باتوں کو اس طرح بیان کرے کہ کوئی جھول نہ رہے۔

سوموار۔ ۲۶/ جنوری ۱۹۹۸ء:

آج درس القرآن نمبر ۲۳ میں حضور انور نے درس کے آغاز سے پہلے فرمایا کہ جوں جوں عید قریب آرہی ہے عید کارڈز کی بھرمار شروع ہو گئی ہے۔ حالانکہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اس سے منع فرمایا تھا اور اس کی حوصلہ شکنی کی تھی۔ اس لئے اس سلسلے کو بند کریں۔ عید کارڈوں کا رواج جماعت میں نہیں ہے۔ خط لکھیں تو خط میں عید مبارک لکھ دیں۔

حضور نے درس کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے اذا البِحَارُ سُجِّرَت" کا ترجمہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ترجمہ چھوڑ کر کیا تھا جس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ٹھیک نہیں۔ یہ آیات اتنی عظیم الشان ہیں کہ انکے الفاظ کے جو مختلف معانی ہیں انہیں اخذ کریں تو مختلف حالات میں چسپاں ہو جاتے ہیں۔ اور یہ قرآن کریم کی حقانیت کی دلیل ہے۔

حضور نے فرمایا کہ اس کے علاوہ بے شمار ایسی آیات ہوں گی جن پر میری نظر بھی نہیں گئی ہو گی اور ہم سرسری نظر سے آگے گزر جاتے ہیں۔ جب تک زمانہ چلا جائے گا جن بندوں کو خدا چاہے گا مطلع کرتا رہے گا اور نئے نئے معانی ظاہر ہوتے رہیں گے۔ یہ ایک ایسی لکھی ہوئی تقدیر ہے جسے کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔

اس کے بعد حضور انور نے دابۃ الارض کے متعلق آیات قرآنی کے حوالے سے ذکر فرمایا۔ یعنی جب ہمارا فرمان ان کے حق میں پورا ہونے کا وقت آیا ہم نے ان کیلئے زمین سے دابۃ الارض نکالا جو کیڑے پر بھی اطلاق پاتا ہے کہ ایک کیڑا نکلے گا جو ان کو کاٹے گا کیونکہ وہ ہمارے نشان پر ایمان نہیں لاتے۔ اس کیڑے کا ذکر مستقبل کے حوالے سے کرنا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا وہ دابۃ الارض طاعون ہو گا اور آنحضرت ﷺ نے ایک قسم کا لفظ لگا کر ایک پیشگوئی فرمادی۔ سنن ابن ماجہ باب العقوبات' سے روایت لی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی قوم جنسی بے حیائی میں مبتلا ہو جائے اور اس کی نمائش کرے تو ان میں ایک قسم کی طاعون پھیلے گی جو ان سے پہلے کبھی نہیں پھیلی' یعنی وہ عالمی وبا ہو گی اور یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی بھی دلیل ہو گی۔ آپ نے تذکرہ صفحہ ۷۰۵ میں تحریر فرمایا کہ یوروپ اور دوسرے عیسائی ممالک میں ایک قسم کی طاعون پھیلے گی۔ آج کل ساری دنیا میں یہ بات ظاہر ہو چکی ہے اور تمام مغربی میڈیا کے نمائندے اپنے بیانات میں اس کیلئے "ایک قسم کی طاعون" کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں سب سائنسدانوں نے یہ پیشگوئی کر رکھی ہے کہ جب یہ کل عالم میں زور دکھائے گی تو موتا موتی کا عالمگیر نظارہ ہو گا۔ یہ حصہ پیشگوئی کا پورا ہونے والا ہے۔ حضور انور نے فرمایا کہ میرے نزدیک اس صدی کا آخر اور اگلی صدی سے شروع تک ان آیات اور احادیث کا مکمل اطلاق ہو گا۔ جنگوں سے بھی زیادہ اس سے تباہی آئے گی۔

شان نزول کے مضمون کے سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے حضور انور نے کسوف و خسوف کی آیت کی تشریح فرمائی جو سورۃ القیامۃ میں درج ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ چاند کے گہنائے جانے کا تعلق ایک روحانی چاند کے گہنائے جانے سے ہے۔ جو آنحضرت ﷺ کا روحانی چاند ہے۔ لوگ اس چاند پر پردے ڈالیں گے اور غبار ڈالیں گے لیکن خدا اس کے نور کو ظاہر کرے گا۔ جُمِعَ الشَّمۡسُ وَالۡقَمَرُ میں دونوں کے ایک ہی مہینے میں ہونے کی پیشگوئی ہے۔ یہ واقعہ سب میں نے دیکھا اور اس واقعہ نے سورۃ جمعہ کی پیشگوئی کے مطابق آخرین کو اولین سے ملا دیا۔ یعنی چاند اور سورج کے جمع کئے جانے نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو باندھ دیا۔ آپؑ کے زمانے میں یہ نشان دیکھ کر واقعی لوگوں نے اپنی چھاتیاں پیٹ لیں کہ اب ہم اس سچے نشان سے بھاگ کر کہاں جائیں گے اور لطف کی بات ہے کہ حضرت مسیح نے بھی متی باب ۲۴ آیت ۱۳ میں "سب قومیں چھاتی پیٹ لیں گی" کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ سورۃ الرحمان امراء اور عوام سب کو مخاطب ہے۔ اس میں انسانی علوم کی ترقی کے دور میں جن وانس کے Space میں اقطار السماوات والارض سے باہر نکلنے کی کوشش کرنے کا ذکر ہے۔ یعنی کوشش کا انکار نہیں لیکن پوری کائنات کے کناروں سے نکل سکنے کی نفی کی ہے۔ اسی سورۃ کی اگلی چند آیات میں بحری اور ہوائی جنگوں کا ذکر ہے۔

"وَاِذَا الۡقُبُوۡرُ بُعۡثِرَتۡ" سے مراد وہ نئے علوم ہیں جن سے آثار قدیمہ کی تحقیقات کی جاتی ہے۔ اسی طرح آیات "عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ وَاَخَّرَتۡ" کی تشریح فرمائی۔

"وَاِذَا الۡاَرۡضُ مُدَّتۡ" کے سلسلے میں حضور انور نے فرمایا کہ زمین کے پھیلا دئے جانے سے مراد ہے کہ نئی زمینیں دریافت ہوں گی۔ مثلاً امریکہ کے متعلق یہ خاص ہے۔ اگر امریکہ کا انقلاب نہ آتا تو دنیا بہت مختلف ہوتی لیکن امریکہ کیلئے یہ انتباہ بھی موجود ہے کہ تمہاری زمینی طاقتوں کو توڑ دیا جائے گا۔ اور اسلام کا آسمان دوبارہ دنیا پر محیط کیا جائے گا۔

"یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡجِبَالِ فَقُلۡ یَنۡسِفُهَا رَبِّیۡ نَسۡفًا" کے ذکر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ پہاڑوں کے متعلق سوال کے جواب میں تو ان سے کہہ دے کہ میرا رب انہیں پارہ پارہ کر دے گا اور چٹیل میدان کی طرح چھوڑ دے گا۔ سوال کرنے والوں کے ذہن میں دنیاوی طاقتوں کے پہاڑ تھے۔ دنیاوی طاقتیں اس وقت بھی مٹائی گئیں اور اب بھی ایسے ہی ہو گا۔ پیشگوئی میں واقعات خود بول بولتے ہیں اور بولیں گے۔ اس زمانے میں ایٹمی جنگوں کا دور ہو گا۔ ایسی جنگوں میں وہ قومیں جو اپنی طاقت پر انحصار کر رہی ہیں پارہ پارہ کر دی جائیں گی۔ "یَوۡمَئِذٍ یَّتَّبِعُوۡنَ الدَّاعِیَ لَا عِوَجَ لَهٗ" اس دن یہ پہاڑوں جیسی طاقتور قومیں اس کے پیچھے چلیں گی۔ اس داعی کی پیروی کریں گی جس کی تعلیم سیدھی سادی اور صاف ہے اور جو قول سدید کا قائل ہے۔ اس وقت تم دیکھو گے کہ آوازیں رحمان خدا کے سامنے جھک گئی ہیں۔ باقی

زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے

وصایا

وصایا منظوری سے قبل اس لئے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی صاحب کو کسی وصیت پر کسی جہت سے اعتراض ہو تو وہ تاریخ اشاعت سے ایک ماہ کے اندر دفتر بہشتی مقبرہ کو مطلع کرے۔ (سیکریٹری بہشتی مقبرہ)

وصیت نمبر 15050

میں فاطمہ شیریں زوجہ مکرم ایم بشارت احمد صاحب قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر ۳۰ سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن مدراس ڈاکخانہ مدراس ضلع مدراس صوبہ تامل ناڈو

بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۹۸-۴-۱۹ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میں وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی اس وقت میری منقولہ وغیر منقولہ جائیداد کی تفصیل درج ذیل ہے جسکی موجودہ قیمت درج کر دی گئی ہے۔

۱۔ حق مہر مبلغ ۵۰۰۰ روپے خاوند نے حق مہر کی رقم مجھے دے دی ہے۔

۲۔ زیورات طلائی ۲۴ گرام موجودہ قیمت مبلغ ۹۶۰۰ روپے۔

۳۔ زمین ۵۶۴۰ اسکوائر فٹ واقع مدراس موجودہ مارکیٹ قیمت مبلغ ۷۰۲۵۰ ۲روپیہ پر زمین شوہر نے مجھے خرید کر دی ہے۔

۴۔ والدین کی طرف سے کوئی حصہ نہیں ملا ہے۔

میں مذکورہ بالا جائیداد کی وصیت بشرح ۱/۱۰ حصہ کی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اس وقت میں پرائیویٹ طور پر ٹیوشن پڑھاتی ہوں ماہوار مبلغ ۵۰۰ روپیہ اندازاً آمد ہوتی ہے میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ کرتی ہوں۔

مذکورہ بالا آمد یا جائیداد کے علاوہ اگر کبھی مزید کوئی آمد یا جائیداد پیدا کروں تو اس کی اطلاع دفتر بہشتی مقبرہ قادیان کو دے دوں گی انشاء اللہ اس پر بھی میری یہ وصیت حاوی ہو گی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر وصیت سے نافذ کی جائے۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

گواہ شد	الامۃ	گواہ شد
ملک محمد مقبول طاہر	فاطمہ شیریں	ایم۔ بشارت احمد

وصیت نمبر 15051

میں شہزادی شجاعت بنت بہادر خان صاحب درویش مرحوم قوم رانجھا (قریش) پیشہ خانہ داری عمر ۲۵ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن محلہ احمدیہ قادیان ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب۔

بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۹۸-۵-۱۰ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں میں وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہو گی۔ اس وقت میری غیر منقولہ کوئی جائیداد نہیں منقولہ جائیداد درج ذیل ہے۔ جس کی تفصیل اس طرح ہے۔

۱۔ چین طلائی وزن ۷ گرام موجودہ قیمت	2940.00
۲۔ انگوٹھی طلائی وزن 3.300 گرام	1386.00
۳۔ بالیاں طلائی وزن 3.800 گرام قیمت موجودہ	1595.00
۴۔ چین مع لاکٹ نقرئی وزن 9.800 گرام قیمت موجودہ	90.00
۵۔ کڑے نقرئی وزن 32 گرام قیمت موجودہ	288.00

موجودہ ریٹ کے مطابق مذکورہ بالا زیور جائیداد کا حصہ جائیداد مبلغ -/630 روپے زیر رسید خزانہ 4068/11.5.98 ادائیگی کر دی ہے۔

اس کے علاوہ خاکسارہ وقفِ نو اسکول میں پڑھا رہی ہے۔ جس سے -/500 روپے ماہوار ملتے ہیں۔ میں اپنی ماہوار آمد کے 1/10 حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ کرتی ہوں۔ اس کے بعد اگر میں مزید کوئی آمد یا جائیداد پیدا کروں تو اسکی اطلاع دفتر بہشتی مقبرہ کو کرتی رہوں گی۔ اور اس پر بھی میری یہ وصیت حاوی ہو گی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر وصیت سے نافذ کی جائے۔ اس سے پہلے میرا چندہ عام میری تنخواہ سے کٹتا رہا ہے۔

گواہ شد	الامۃ	گواہ شد
دلاور خان	شہزادی شجاعت	شاہد احمد قاضی

بقیہ صفحہ : (2)

تیسرے روز کے دوسرے اجلاس میں لارڈ میئر آف بریڈ فورڈ نے تقریر کی یاد رہے کہ گزشتہ سال جلسہ میں، بریڈ فورڈ کے ڈپٹی میئر نے شرکت کی تھی جبکہ اس سال خود میئر صاحب مع اہلیہ محترمہ تشریف لائے آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ ہمیں فخر ہے کہ جماعت احمدیہ میں رنگ و نسل کا کوئی امتیاز نہیں ہے۔ آپ کے بعد سویڈن کے رابرٹ کیلف نے تقریر کی جو ایک سابقہ میئر اور معروف سیاستدان ہیں۔

ان تقاریر کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ جلسہ گاہ میں تشریف لائے اور مذکورہ ہر دو معزز مہمانوں سے ان کے تحائف قبول فرمائے جو وہ خاص طور پر حضور انور کی خدمت میں پیش کرنے کیلئے لائے تھے۔ بعد ازاں باقاعدہ اختتامی اجلاس کی کارروائی شروع ہوئی محترم حافظ فضل ربی صاحب نے تلاوت قرآن مجید کی حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اختتامی خطاب میں آیت قرآنی لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ کی تلاوت فرما کر سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت طیبہ کے عفو و درگزر اور رحم کے پہلو پر تفصیل سے روشنی ڈالی حضور انور نے احادیث مبارکہ کے ساتھ ساتھ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایمان افروز اقتباسات پیش فرما کر اس مضمون کو نہایت موثر اور بصیرت افروز انداز میں پیش فرمایا۔ حضور انور کا یہ خطاب اڑھائی گھنٹے تک جاری رہا جس کے بعد کبابیر کے خدام نے قصیدہ پیش کیا اور اس طرح افریقن احباب کے کلمہ طیبہ کی شیریں آوازوں میں برطانیہ کا 33 واں جلسہ سالانہ بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوا۔ مورخہ 98-8-3 کو ٹھیک دس بجے اسلام آباد میں ہی مجلس شوریٰ منعقد ہوئی۔

خطبہ جمعہ

جو شخص خدا تعالیٰ کا ہو جائے تو پھر یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ اپنے بھائیوں کا نہ ہو

اس دور میں خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کی تعلیم کی طرف خاص طور پر میری توجہ پھیری ہے

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز- فرمودہ ۱۹ر جون ۱۹۹۸ء بمطابق ۱۹ر احسان ۱۳۷۷ ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الرحمٰن واشنگٹن (امریکہ)

خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے۔

اشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له واشهد أن محمداً عبده و رسوله-

اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلك يوم الدين - اياك نعبد و اياك نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالعَدْلِ وَالاِحْسَانِ وَاِيْتَاءِ ذِى القُرْبىٰ وَ يَنْهىٰ عَنِ الفَحْشَآءِ وَالمُنْكَرِ وَالبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُم تَذَكَّرُوْن. (سورة النحل آیت ۹۱)

آج اس آیت کا انتخاب میں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض استنباط کی وجہ سے کیا ہے جن کی بنیاد زیادہ تر اسی آیت پر ہے۔ کچھ عرصہ سے لوگ یہ سوال بھیج رہے ہیں یعنی مسلسل نہیں مگر کبھی کبھی بھیج دیتے ہیں کہ قرآن کریم کے احکامات اور نواہی ہیں کتنے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے یہ بھی لکھتے ہیں کہ بعض جگہ دو تین کا ہی ذکر ہے بعض جگہ پانچ سو کا ذکر ہے بعض جگہ سات سو کا ذکر ہے بعض جگہ ہزار ہا کا ذکر ہے تو کل احکامات ہیں کتنے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مختلف مواقع پر ان کی مختلف تعداد کیوں بیان فرمائی ہے۔ پس اس پہلو سے میں نے تمام اقتباسات کو اکٹھے کر کے آغاز سے جس میں ایک دو احکامات کا ذکر ہے، پھر آگے اس کو بڑھا کر ان احکامات کی بات کی ہے جو پانچ سو یا سات سو تک جا پہنچتے ہیں پھر آخر پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ اقتباس رکھا ہے جس میں آپ فرماتے ہیں کہ ہزار ہا ہیں اور ہزار ہا سے مراد محض ہزار ہا نہیں بلکہ ہزار ہا ایک محاورہ ہے جس کا مطلب ہے کہ اتنے ہیں کہ ان کا شمار ہی ممکن نہیں۔

کس کس پہلو سے، کیا کیا تعداد معین ہوتی ہے یہ ایک بہت اہم علمی مسئلہ ہے اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کو نہ صرف علمی فائدہ ہوگا بلکہ روحانی فوائد بھی بہت پہنچیں گے۔ چنانچہ سب سے پہلا اقتباس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۵۰ سے ہے۔ عنوان ہے قرآن کے دو بڑے حکم ہیں۔ اب کہاں چار سو، پانچ سو، سات سو، ہزار ہا اور بات شروع ہوئی ہے دو بڑے حکم ہیں اور جب آپ مفہوم کو سمجھیں گے تو دل گواہی دے گا کہ ہاں دراصل تو قرآن انہی دو احکام کے گرد گھوم رہا ہے۔ فرمایا "باہم بخل اور کینہ اور حسد اور بغض اور بے مہری چھوڑ دو"۔ یہ ایک حکم ہے جس کے تابع پھر اور بہت سی باتیں آگئیں۔ "باہم بخل اور کینہ اور حسد اور بغض اور بے مہری چھوڑ دو اور ایک ہو جاؤ۔ قرآن شریف کے بڑے حکم دو ہی ہیں۔ ایک توحید و محبت و اطاعت باری عزّ اسمہ۔ دوسری ہمدردی اپنے بھائیوں اور اپنی بنی نوع کی"۔ یہ مرکزی نقطہ ہے تمام قرآنی تعلیمات کا کہ اللہ کی توحید اور اس کی محبت اور اس کی اطاعت میں اپنے آپ سے کھوئے جاؤ اور کلیۃً اپنی گردن خدا کی محبت اور عشق اور اطاعت کے حضور خم کر دو اور اگر ایسا کرو گے تو دوسرا حکم طبعاً اسی سے نکلتا ہے جو خدا کا ہو جائے یہ ہو کیسے سکتا ہے کہ وہ خدا کے بندوں کا نہ ہو۔ پس دراصل تو ایک ہی حکم ہے جس کے تابع پھر یہ دوسرا حکم از خود ایک فطری تقاضے کے طور پر پھوٹتا ہے اپنے بھائیوں اور اپنے بنی نوع انسان کی ہمدردی کرو۔ اس کے بعد فرمایا "اور ان حکموں کو اس نے تین درجے پر منقسم فرمایا ہے جیسا کہ استعدادیں بھی تین ہی قسم کی ہیں۔ اور وہ آیت کریمہ یہ ہے، اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالعَدْلِ وَالاِحْسَانِ وَاِيْتَاءِ ذِى القُرْبىٰ"۔ یہ وہی آیت ہے جس کی میں نے ابھی آپ کے سامنے تلاوت کی تھی۔ اب اس اجمال کی تفصیل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں سنئے۔ آپ فرماتے ہیں، "اب میں پہلے کلام کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ میں ابھی ذکر کر چکا ہوں کہ انسانی حالتوں کے سرچشمے تین ہیں یعنی نفس امارہ، نفس لوامہ اور نفس مطمئنہ۔ اور طریق اصلاح کے بھی تین ہیں۔ اول یہ کہ بے تمیز وحشیوں کو اس ادنیٰ خلق پر قائم کیا جائے کہ وہ کھانے پینے اور شادی وغیرہ تمدنی امور میں انسانیت کے طریق پر چلیں۔ نہ ننگے پھریں اور نہ کتوں کی طرح مردار خور ہوں اور نہ کوئی اور بے تمیزی ظاہر کریں۔ یہ طبعی حالتوں کی اصلاحوں میں سے ادنیٰ درجہ کی اصلاح ہے"۔

"یہ اس قسم کی اصلاح ہے کہ اگر مثلاً پورٹ بلیئر کے جنگلی آدمیوں میں سے کسی آدمی کو انسانیت کے لوازم سکھلانا ہوں"۔ پورٹ بلیئر کسی زمانہ میں آدم خوروں کے لئے مشہور ہوا کرتی تھی تو اس لئے وہ پورٹ بلیئر کا حوالہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیا ہے۔ فرمایا، "مثلاً پورٹ بلیئر کے جنگلی آدمیوں میں سے کسی آدمی کو انسانیت کے لوازم سکھلانا ہوں تو پہلے ادنیٰ ادنیٰ اخلاق انسانیت اور طریق ادب کی ان کو تعلیم دی جائے۔ دوسرا طریق اصلاح کا یہ ہے کہ جب کوئی ظاہری آداب انسانیت کے حاصل کر لیوے تو اس کو بڑے بڑے اخلاق انسانیت کے سکھلائے جائیں اور انسانی قویٰ میں جو کچھ بھی بھرا پڑا ہے اس سب کو محل اور موقع پر استعمال کرنے کی تعلیم دی جائے"۔

اب اس عبارت سے تین طریقے اصلاح کے بیان فرمائے ہیں لیکن معمولی تدبر کرنے والا انسان بھی غور کر سکتا ہے کہ ہر طریقے کے تابع بے شمار اور طریقے ہیں۔ ایک بڑا حکم ہے اس بڑے حکم کے آگے شاخیں ہیں اور پھر شاخیں در شاخیں چلتی چلی جاتی ہیں۔ اب ایک وحشی کو مثلاً پورٹ بلیئر کے وحشی کو جب آداب سکھانے ہونگے تو اس میں ان لوگوں کی گندی عادات جو مدتوں سے چلی آرہی ہیں ان کا مطالعہ ضروری ہوگا۔ ان عادات کی اصلاح کے لئے جو موقع اور محل کے مطابق اصلاح ضروری ہے اس پر غور اور فکر کی ضرورت ہوگی۔ ان کو سکھانا ہوگا۔ تو بات تو ایک ہی حکم سے چلتی ہے اللہ کی اطاعت، لیکن آگے پھر پھیلتی چلی جاتی ہے اور اسی طرح تعلیمات ایک سے پھر متعدد تعلیمات میں منتقل ہو جاتی ہیں گویا توحید کے تابع پھر خدا تعالیٰ کا بندوں سے جو سلوک ہے وہ بندوں کی نسبت سے پھیلتا چلا جاتا ہے۔

"تیسرا طریق اصلاح کا یہ ہے کہ جو لوگ اخلاق فاضلہ سے متصف ہو گئے ہیں خشک زاہدوں کو شربت محبت اور وصل کا مزہ چکھایا جائے"۔ "تیسرا طریق اصلاح کا یہ ہے کہ جو لوگ اخلاق فاضلہ سے متصف ہو گئے ہیں"۔ اول تو اخلاق فاضلہ سے متصف کرنے کے لئے جیسے کہ میں نے بیان کیا ہے بہت لمبی محنت کی ضرورت ہے لیکن ایک دفعہ کوئی اخلاق فاضلہ سے متصف ہو جائے یعنی اس کا وصف بن جائے تو وہاں بات کو چھوڑنا فی الحقیقت سفر کا کچھ حصہ طے کرنے والی بات ہے بالآخر یہ سفر اللہ تعالیٰ کی محبت پر منتج ہونا چاہئے اور اس کے سوا اس سفر کا کوئی مقصد نہیں ہے۔

فرمایا جب متصف ہو جائے پھر زاہدوں کو شربت محبت اور وصل کا مزا چکھایا جائے۔ ان کو بتلایا جائے کہ اللہ کی محبت اور اس کے وصل کا شربت پینے میں کتنا مزا ہے۔ "یہ تین اصلاحیں ہیں جو قرآن شریف نے بیان فرمائی ہیں۔ اور ہمارے سید و مولا نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ایسے وقت میں مبعوث ہوئے تھے جبکہ دنیا ہر ایک پہلو سے خراب اور تباہ ہو چکی تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ظَهَرَ الفَسَادُ فِى البَرِّ وَالبَحْرِ یعنی جنگل بھی بگڑ گئے اور دریا بھی بگڑ گئے۔ یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ جو اہل کتاب کہلاتے ہیں وہ بھی بگڑ گئے اور جو دوسرے لوگ ہیں جن کو الہام کا پانی نہیں ملا وہ بھی بگڑ گئے۔ پس قرآن شریف کا کام دراصل مردوں کو زندہ کرنا تھا جیسا کہ وہ فرماتا ہے اِعْلَمُوا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا جان لو کہ اللہ ہی ہے جو زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد پھر زندہ کرتا ہے"۔

ظَهَرَ الفَسَادُ فِى البَرِّ وَالبَحْرِ باقی دنیا کو چھوڑ دیں اپنے امریکہ کی خبر کریں۔ خود امریکہ میں اتنی بے حیائی ہے، اتنی بے راہ روی ہے کہ ایک زمانہ تو یہ تھا کہ امریکہ سے لگتا تھا بے حیائیاں دساور کو جاتی ہیں۔ لیکن اب دوسرے ملکوں نے بھی اتنا مقابلہ کیا ہے بے حیائیوں میں کہ اب کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ بے حیائی یہاں زیادہ ہے یا باہر زیادہ ہے۔ ظَهَرَ الفَسَادُ فِى البَرِّ وَالبَحْرِ کا یہ مطلب ہے۔ یعنی اب یہ فرق نہیں رہا کہ

یہاں سے برائی پھوٹی تھی۔ مذہب کہاں تھا اور لامذہبیت کہاں تھی۔ جب سب برائیاں ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر برابر ہو جائیں تو اس وقت یہ محاورہ صادق آتا ہے ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ خشکی اور تری دونوں فساد سے بھر گئے۔ تو باہر کے ملکوں میں آپ میں سے ہر ایک کو جانے کا موقع ملے یا نہ ملے مجھے سفر کا موقع ملتا رہتا ہے۔ افریقہ بھی جاتا ہوں، امریکہ بھی اور یورپ کے ممالک ہیں یا مشرق بعید کے ممالک ان کا بھی سفر کرتا ہوں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ زمانہ جس کا نقشہ قرآن کریم نے کھینچا تھا وہ آج بعینہ اس دنیا پر پورا اتر رہا ہے۔ اب کوئی ان کو شمار کر کے دیکھے کہ برائیاں ہیں کتنی تو احکام کا اندازہ ہو جائے گا کتنے ہونے چاہئیں۔ ہزارہا، لاکھوں برائیاں ہیں اور ان لاکھوں برائیوں کے مقابل پر ایک حکم ہے نہی، یہ برائی نہیں کرنی، یہ برائی بھی نہیں کرنی۔ اور یہ ابھی اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى کے بعد وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ اس آیت کریمہ نے یہ جو تین بچنے کی باتیں بیان فرمائی ہیں یہ سارے ان کے تابع ہیں اور اب کوئی حساب کرتا ہے تو کرتا پھرے۔ ناممکن ہے کہ ان برائیوں کو گن سکے جن برائیوں کا ایک آیت کے تین حصوں میں ذکر فرما دیا گیا۔

پس اسی سے اندازہ ہو جائے گا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جہاں ایک حکم، دو حکموں، تین حکموں کی باتیں کرتے ہیں تو آپ کے ذہن میں ایک پورا جہان ہے حکموں کا۔ مناہی کا بھی اور احکامات کا بھی۔ اور اس پہلو سے آپ کو میں بعض اور مثالیں دوں گا اس سے اندازہ ہو گا کہ حکموں کا تو کوئی شمار ہی نہیں رہتا۔ اس لئے وہ علماء جنہوں نے پانچ سو گنے یا سات سو گنے وہ کوتاہ نظر تھے، وہاں ٹھہر گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پانچ سو بھی گنے اور سات سو بھی گنے اور پھر آپ کی نظر ہر طرف پھیل گئی اور آپ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ پانچ سو، سات سو کی کیا بحث ہے یہ تو بے شمار چیزیں ہیں جن کا قرآن کریم میں ذکر مل رہا ہے، جن سے بچنا ضروری ہے یا جن پر عمل کرنا ضروری ہے۔

اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سرزمین عرب کا حال حضرت مسیح موعود علیہ السلام یوں بیان فرماتے ہیں، ”اس زمانے میں عرب کا حال نہایت درجہ کی وحشیانہ حالت تک پہنچا ہوا تھا اور کوئی نظام انسانیت کا ان میں باقی نہیں رہا تھا اور تمام معاصی ان کی نظر میں فخر کی جگہ تھے“۔ اور یہ وہ امر ہے جس کا آج بھی اطلاق ہو رہا ہے۔ بہت سے گناہ ایسے ہیں جن پر فخر کیا جا رہا ہے اور ٹیلی ویژن پہ وہ فخر کے طور پر دکھائے جاتے ہیں کہ ہم ان گناہوں میں اتنا ترقی کر چکے ہیں۔ ”اور تمام معاصی ان کی نظر میں فخر کی جگہ تھے اور ایک ایک شخص صدہا بیویاں کر لیتا تھا“۔ اب آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کا اطلاق نہیں ہو رہا۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ جتنی جنسی بیماریوں کی تحقیق کرنے والے ماہرین ہیں وہ یہ بتاتے ہیں کہ امر واقعہ ہے عورتیں بھی صدہا مرد کرتی ہیں اور مرد بھی صدہا عورتیں کرتے ہیں صرف قانون کی نظر میں شادی شدہ نہیں ہوتے۔ تو عربوں کو تو اس بات کا کوئی جھگڑا نہیں تھا۔ ان کے ہاں شادی ہونا یا نہ ہونا برابر بات تھی۔ لیکن جہاں ایک شادی کی اجازت ہے اور ایک شادی پر فخر ہے وہاں غیر قانونی شادیاں آپ سینکڑوں بھی کر لیں تو کوئی اعتراض کی بات نہیں، قانونی شادی نہیں ہونی چاہئے بس۔ صرف یہ اختلاف ہے۔ تو جب آپ سنتے ہیں ایک شخص صدہا بیویاں کر لیتا تھا تو یہ واقعۃً آج بھی اس بات پر عمل ہو رہا ہے۔

فرماتے ہیں، ”حرام کا کھانا ان کے نزدیک ایک شکار تھا“۔ اب حرامخوری تو اتنی عام ہو چکی ہے دنیا میں جیسے شکار کر لیا ویسے حرام خوری کر لی کوئی بھی فرق اور کوئی تمیز باقی نہیں رہی۔ اب یہ ایک فقرہ ایسا ہے جو اچانک دلوں میں ایک ہلچل پیدا کر دے گا۔ مگر امر واقعہ یہ ہے کہ آج کل دنیا میں بعینہ یہ بات ہم ہوتی دیکھ رہے ہیں یہاں تک کہ اسلامی ممالک کہلانے والوں میں بھی یہ بدی مل رہی ہے اور ہمیشہ تو نہیں پکڑی جا سکتی مگر پکڑے جانے کے مواقع بھی اتنے ہیں کہ اخبارات ان کے ذکر سے منہ کالا کر لیتے ہیں۔ فرماتے ہیں، ”ماؤں کے ساتھ نکاح کرنا حلال سمجھتے تھے“۔ اب نکاح کرنا تو حلال سمجھتے تھے مگر یہاں جو خبریں پاکستان کے اخباروں میں آتی رہتی ہیں ان سے پتہ لگتا ہے کہ نکاح کرنا تو حرام ہی رہے گا مگر نکاح کے لوازمات سارے کر لیتے ہیں اور بہت ہی خوفناک حالتیں ہیں جن کے تفصیلی ذکر کی گنجائش نہیں ہے۔ یعنی میری طبیعت پہ ان کے ذکر سے ایسی کراہت آتی ہے کہ میں مجبور ہوں کہ اشارہ ہی آپ کے سامنے رکھ دوں کہ یہ بدیاں بھی عام ہو چکی ہیں۔

GUARANTED PRODUCT
NEVER BEFORE
THIS COMFORT THIS DURABILITY AND SOLIGHT
A TREAT FOR YOUR FEET
Soniky
HAWAI
NEW INDIA RUBBER WORKS (P) Ltd
34,A DEBENDRA CHANDRA DEY ROAD CALCUTTA-15

فرماتے ہیں، ”اللہ تعالیٰ کو کہنا پڑا حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ تمہاری مائیں تم پر حرام کی گئی ہیں“۔ اب اس فقرے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس زمانے کی ہر بدی کھول کر رکھ دی ہے۔ کیا ضرورت تھی، کیوں خدا نے فرمایا حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ، اگر ماؤں کو حلال نہیں سمجھا جاتا تھا تو اس حکم امتناعی کی ضرورت ہی کیا تھی۔ ”آدم خور بھی تھے دنیا کا کوئی گناہ نہیں جو نہیں کرتے تھے۔ اکثر معاد کے منکر تھے“۔ یعنی یہ کوئی تصور نہیں تھا کہ ہم جی اٹھیں گے اور ہم سے پوچھا جائے گا، ہم سے جواب طلبی کی جائے گی اور یہ حقیقت ہے کہ آج کی دنیا میں اکثر گناہوں کا انتشار اسی بنیادی وجہ سے ہے۔ بھاری اکثریت لوگوں کی وہ ہے جو سمجھتے ہیں ہم مر کے مٹی ہو جائیں گے اور پھر ہم سے کوئی نہیں پوچھے گا۔

کچھ عرصہ پہلے ایک مجلس سوال و جواب میں بعض بڑے دانشور اور ان میں بعض عیسائیت کے مناد بھی تھے وہ آئے ہوئے تھے، شروع میں تو انہوں نے اس بات سے تعجب کیا کہ وہ معاد کے قائل نہیں۔ اگر یقین ہو کہ میں عدالت کے سامنے پیش کیا جاؤں گا تو عدالت کے خوف سے ہی بہت سے گناہ جھڑ جاتے ہیں لیکن گناہوں کی کثرت بتا رہی ہے کہ خدا کی عدالت کے سامنے پیش ہونے کا کوئی تصور موجود نہیں۔ لوگ عملاً یہی سمجھتے ہیں کہ مرے اور مٹی ہو گئے اور پھر کون جئے گا اس جواب طلبی کے لئے کہ تم کیا کیا کرتے تھے۔

”قرآن کریم نے اسی لئے اس مسئلے کو بار بار اٹھایا ہے اور اس کا ایک طبعی نتیجہ یہ ہے بہت سے ان میں سے خدا کے وجود کے بھی قائل نہ تھے“۔ یہ دو باتیں ایسی ہیں اچھی طرح ان کو پلے باندھ لیں کہ کوئی قوم بھی خدا کی ہستی کی قائل نہیں رہ سکتی اگر وہ مرنے کے بعد جی اٹھنے اور سوال و جواب کی قائل نہ رہے۔ ان دونوں عقائد کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ قوم یہ سمجھے کہ ہم مر کے مٹی ہو جائیں گے اور پھر خدا کی ہستی کے قائل ہوں۔ خدا ایک بے معنی اور بے حقیقت چیز ہو جاتا ہے اور اگر یقین ہو کہ ہم دوبارہ جی اٹھائے جائیں گے اور جواب طلبی ہو گی تو لازماً ایک خدا کو تسلیم کرنا پڑتا ہے جو مالک ہے، جو خالق ہے، جو حساب کرنے والا ہے اور اس کے سامنے ہم سب حساب دار ہوں گے۔

فرماتے ہیں، ”ایسی قوموں کی اصلاح کے لئے ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم شہر مکہ میں ظہور فرما ہوئے۔ پس وہ تین قسم کی اصلاحیں جن کا ابھی ہم ذکر کر چکے ہیں ان کا درحقیقت یہی زمانہ تھا۔ پس اس وجہ سے قرآن شریف دنیا کی تمام ہدایتوں کی نسبت اکمل اور اتم ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ کیونکہ دنیا کی اور کتابوں کو ان تین قسم کی اصلاحوں کا موقع نہیں ملا“۔ اب یہ دیکھنے میں تو ایک دعویٰ ہے مگر اگر مذاہب کی تفصیل پر اور ان کے موجودہ حال پر نظر ڈالیں تو اس میں ایک ادنیٰ بھی شک نہیں رہ جاتا کہ پہلے مذاہب کو ان تینوں اصلاحوں کو بیک وقت کرنے کا موقع نہیں ملا۔ یہ وہ مضمون تھا جو اسلام کے وقت کے لئے اٹھا رکھا گیا تھا اس کے لئے جس نبی کی ضرورت تھی وہ ہمارے سید و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہیں۔ کسی اور نبی کو یہ توفیق مل نہیں سکتی تھی کہ یہ تینوں امور ہاتھ میں لے اور ان میں سے ہر امر کی ہر تفصیل میں جا کر برائیوں کی بیخ کنی کرے اور ان کے بدلے میں بھلائیوں کو ان کی جگہ جاگزیں کرے۔

”قرآن شریف کا یہ مقصد تھا کہ حیوانوں سے انسان بناوے اور انسان سے بااخلاق انسان بناوے اور بااخلاق انسان سے باخدا انسان بناوے۔ اسی واسطے ان تین امور پر قرآن شریف مشتمل ہے“۔ یہی تین امور قرآن کریم کا خلاصہ ہیں۔ فرماتے ہیں، ”قرآنی تعلیم کا اصل منشاء اصلاحات ثلاثہ ہیں اور طبعی حالتیں تعدیل سے اخلاق بن جاتی ہیں“۔ اب یہ جو نکتہ ہے یہ ”اسلامی اصول کی فلاسفی“ میں تفصیل سے بیان ہوا ہے اور اگرچہ اسلامی اصول کی فلاسفی کا سال ہم بڑے شد و مد سے منا چکے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ سب نے اسلامی اصول کی فلاسفی کا گہرے دل سے مطالعہ کیا ہو گا مگر اس کے باوجود جب بھی میں اپنی سوال و جواب کی مجالس میں خصوصاً بعض احمدیوں سے پوچھتا ہوں تو پتہ چلتا ہے کہ اسلامی اصول کی فلاسفی کی تہہ تک نہیں پہنچ سکے۔ یہ کتاب ہی بہت گہری ہے اور اس پر ٹھہر ٹھہر کر غور کی ضرورت ہے ورنہ اسلامی اصول کی فلاسفی جن معارف اور حقائق کو لپیٹے ہوئے ہے ان کی کنہہ تک پہنچنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں۔

فرماتے ہیں، ”قبل اس کے کہ جو ہم اصلاحات ثلاثہ کا مفصل بیان کریں یہ ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ قرآن شریف میں کوئی ایسی تعلیم نہیں جو زبردستی ماننی پڑے“۔ اب یہ بھی ایک ایسا عجیب دعویٰ ہے جس کو لوگ سرسری نظر سے پڑھیں گے تو ان کو تعجب لگے گا۔ احکامات تو جتنے ہیں وہ فرائض ہیں۔ ”زبردستی ماننی پڑے“ سے کیا مراد ہے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ قرآن کریم کی جس تعلیم پر بھی آپ چاہیں اس کو رد کر سکتے ہیں اس پر عمل نہیں کر سکتے۔ عمل نہ کرنا چاہیں نہ کریں لیکن لازماً اس کا نقصان پہنچے گا۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ قرآن کریم کی کوئی چھوٹی سی تعلیم بھی آپ نظر انداز کر دیں اور کہیں مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے اور اس کے بغیر پھر آپ کو کوئی گہرا نقصان نہ پہنچ جائے۔ تو یہ مطلب ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک بھی تعلیم ایسی نہیں جو زبردستی ماننی پڑے۔ ایسی بات ہے جیسے آپ کو کوئی کہے کہ یہ دودھ نہ پیو یہ زہریلا ہے۔ اب اس میں زبردستی تو کوئی نہیں ہو گی۔ اگر وہ کہے اچھا پیتا ہے تو پیو تمہاری مرضی ہے۔ اب

آپ انکار کر دیں کہ میں بالکل نہیں مانوں گا میں ضرور پیوں گا اور جب پیئیں گے تو اس وقت سمجھ آئے گی کہ حکم نہ ماننے کے نتیجے میں کیسا نقصان پہنچا ہے۔ پس حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جو تعلیمات ہمارے سامنے رکھی ہیں ان میں ایک بھی ایسی نہیں ہے جسے نظر انداز کیا جاسکے۔ وہ تعلیمات ساری انسانی زندگی کا خلاصہ ہیں۔ چھوٹے سے چھوٹے حکم پر بھی اگر عمل نہیں کریں گے تو اس کا نقصان اٹھائیں گے۔

اب یہ بات احمدیوں کے لئے سمجھنی اس لئے ضروری ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات کو اگر پوری طرح نہیں سمجھیں گے تو ان کو سمجھ نہیں آئے گی کہ اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں میں زور کیوں دے رہے ہیں۔ آگے جو میں عبارتیں پڑھ کے سناؤں گا اس میں مثلاً یہ ذکر ملتا ہے کہ کوئی ادنیٰ سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے اوپر بند کر لیتا ہے۔ تو اب سوچیں آپ میں کتنے ہیں یا میں اپنی ذات کو سوچوں کہ بارہا کتنی دفعہ معمولی معمولی بعض حکموں کو معمولی سمجھ کر کہ دیکھنے میں معمولی تھے ان کو نظر انداز کیا ہے۔ نجات کا دروازہ بند کرنے کا کیا مطلب ہے۔ مطلب یہ ہے ان احکامات سے تعلق رکھنے والی جو نجات ایک طبیعت کا حصہ ہے اس نجات سے آپ ضرور محروم رہ جائیں گے۔ اگر کسی شخص پر آپ نے سختی کی ہے اور وہ سختی جائز نہیں تھی تو جو زبردستی کرنے والا ہے وہ کر بھی سکتا ہے مگر اس سختی کا نقصان ضرور اس ذات کو پہنچے گا، اس کے ضمیر کو پہنچے گا، اس کی شخصیت پہ ایک قسم کا زنگ آجائے گا جب تک وہ اس کی اصلاح نہ کر لے۔

تو یہ مراد نہیں ہے کہ اس شخص کی ہلاکت ناگزیر ہے۔ مراد یہ ہے کہ تم واپس ان احکامات کی طرف لوٹو جن کو تم نے نظر انداز کر دیا تھا اور اس پر غور کرو اور دیکھو کہ ان پر عمل نہ کرنے سے تمہیں کیا نقصان پہنچا ہے۔ وہ لوگ جو یہ منکسرانہ مزاج نہیں رکھتے وہ سمجھتے ہیں کوئی فرق نہیں پڑتا ان کے متعلق لازماً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان صادق آتا ہے کہ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنی نجات کے دروازے بند کر لئے ہیں۔ پس کمزوروں کے لئے اس میں خوشخبری ہے اور طاقتوروں کے لئے بھی خوشخبری ہے۔ ہر حکم کے اندر کچھ حکمتیں ہیں ان حکمتوں کو سمجھنے کی کوشش کرو اور تکبر کی راہ سے کسی حکم کو نظر انداز نہ کرو۔ اگر کرو گے تو لازماً اس کا شدید نقصان پہنچے گا اور یہ نقصان بڑھتے بڑھتے جہنم کے کنارے تک پہنچا دیتا ہے۔

فرماتے ہیں، "باقی تمام احکام ان اصلاحوں کے لئے بطور وسائل کے ہیں اور جس طرح بعض وقت ڈاکٹر کو بھی صحت کے پیدا کرنے کے لئے کبھی چیرنے، کبھی مرہم لگانے کی ضرورت پڑتی ہے، ایسا ہی قرآنی تعلیم نے بھی انسانی ہمدردی کے لئے ان لوازم کو اپنے اپنے محل پر استعمال کیا ہے اور اس کے تمام معارف یعنی گیان کی باتیں اور وصایا اور وسائل کا اصل مطلب یہ ہے کہ انسان کو ان کی طبعی حالتوں سے جو وحشیانہ رنگ اپنے اندر رکھتی ہیں اخلاقی حالتوں تک پہنچائے اور پھر اخلاقی حالتوں سے روحانیت کے ناپیدا کنار دریا تک پہنچا دے"۔

اب یہ ساری عبارت ہی غور طلب ہے، ٹھہر ٹھہر کر فکر کے ساتھ پڑھنے والی ہے لیکن خلاصہ میں نے پہلے آپ کے سامنے عرض کر دیا ہے کہ کوئی ایک تعلیم بھی بے کار اور بے ضرورت نہیں ہے۔ اور ہر تعلیم اگلی تعلیم کے لئے تیار کرتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ضروری نہیں کہ اچانک آپ کو آخری صورت میں قرآن کریم کی اعلیٰ تعلیم پر عمل کرنا نصیب ہو جائے یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ مگر آپ کا سفر شروع ہو جائے تو ہر تعلیم جس پر آپ انکسار کے ساتھ عمل کریں گے وہ اگلی تعلیم کے لئے تیار کر دے گی۔ اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی مثال ایک پھوڑے سے دی ہے جس کی اصلاح ڈاکٹر کو کرنی ہے۔ اب ہر بیماری کا علاج بغیر تکلیف کے ممکن نہیں ہے۔ پھوڑے کی مثال دے کر بیان فرمادیا کہ ڈاکٹر کو اس پہ چیر ڈالنا پڑتا ہے تاکہ اس کا گند، اس کا مواد پھوٹ کر باہر آجائے۔ اب یہ تکلیف دہ امر ہے اس لئے جب اپنے متعلق تم کوئی اسلام کی اصلاحی کارروائی استعمال کرو تو یاد رکھنا کہ لازم نہیں کہ تمہیں ضرور اس کا مزہ آئے۔ ابتداء میں تکلیف ہو گی اور تکلیف سے ڈر کر تم پیچھے بھی ہٹ سکتے ہو اگر پیچھے ہٹو گے تو وہی مواد، زہریلا مواد جو تمہارے اندر ہے وہ تمہارے لئے ہلاکت کا موجب بن جائے گا۔ اگر احکامات کی گہری حکمتوں پر نظر رکھو گے تو جان لو کہ ہر تکلیف اٹھانا تمہاری صحت کے لئے ضروری ہے۔ جب تکلیف اٹھاؤ گے تو اس کے نتیجے میں پھر صحت بھی نصیب ہو گی اور اس طرح ایک ادنیٰ حالت سے دوسری نسبتاً اعلیٰ حالت کی طرف تم حرکت کرتے چلے جاؤ گے۔

آگے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان احکامات کو کس رنگ میں دیکھا ہے اس رنگ میں دیکھنے کے لئے ابھی ہمیں اور بہت سی ترقی کی ضرورت ہے ورنہ یہ عبارت پڑھ کر آپ تعجب کریں گے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کو کس رنگ میں دیکھ رہے ہیں۔ فرماتے ہیں، "ہر ایک عمر اور ہر ایک مرتبہ فہم اور مرتبہ فطرت اور مرتبہ سلوک اور مرتبہ انفراد اور اجتماع کے لحاظ سے ایک روحانی دعوت تمہاری کی ہے"۔ قرآن کریم نے اپنے احکامات اور مناہی میں تمہاری ایک روحانی دعوت کی ہے۔ اب جس کو دعوت میں اچھے اچھے کھانے، مزے مزے کے کھانے ملیں، وہ کیوں ان پر ہاتھ نہیں ڈالے گا، کیوں ان سے پیٹ بھرنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ مگر نظر تو آئے کہ یہ دعوت ہے۔ اگر دعوت کی بجائے وہ محض دستر خوان چنا ہو اور کھانے والا بیمار ہو تو ہر لقمہ جو اٹھائے گا وہ اس کے لئے مصیبت بن جائے گا۔ بیماری کے دنوں میں یہی ہوتا ہے۔ پچھلے دنوں مجھے تکلیف ہوئی تھی اور کھانے کا مزہ ہی اٹھ گیا۔ وہ نعمتیں جن کو لوگوں کے سامنے دستر خوان پہ بچھا ہوا بچوں کے سامنے دیکھتا تھا اور میں حیرت سے دیکھتا تھا کتنے مزے سے کھا رہے ہیں مگر حکم اٹھ گیا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے وہ صحت نہ دی جس صحت سے سب کھانوں کے مزے متعلق ہیں تو کھانے بالکل بے کار اور بے معنی دکھائی دے رہے تھے۔ تو یہ فرق ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوت دیکھنے میں اور آپ کے دعوت دیکھنے میں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب یہ روحانی دعوت دیکھتے ہیں تو بہت مزے کرتے ہیں کہ سبحان اللہ کیسے کیسے مزے مزے کے کھانے خدا نے ہمارے لئے تیار کئے ہیں اور ایک بیمار آدمی بیٹھا حیرت سے دیکھ رہا ہے کہ کیسے کھا رہے ہیں۔ مجھے تو ہر کھانے کے لئے ایک مصیبت کرنی پڑ رہی ہے، لقمہ گلے سے اترتا نہیں اور کس مزے مزے سے کھا رہے ہیں۔ تو یہ سارے حالات ایسے ہیں جن کو تفصیلی نظر سے دیکھیں تو بات سمجھ آتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک بھی عبارت ایسی نہیں جو گہری حکمتوں سے عاری ہو ایک نافہم آدمی کو شروع میں سمجھ نہیں آئے گی۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرما رہے ہیں بڑی روحانی نعمتیں ہیں جو ہمارے سامنے سجائی گئی ہیں اور اکثر آدمی دیکھ کے حیران ہوتے ہیں کہ یہ کیا نعمتیں کھا رہے ہیں۔ ہر چیز سے تو بچنے کا حکم ہے، ہر مزے کے بات تو حرام کر دی گئی ہے تو یہ کیسی دعوت ہوئی جس میں ہر مزے مزے کی بات حرام ہو گئی اور ہر بیہودہ چیز جس کو ہم بیہودہ سمجھ رہے ہیں اس کے متعلق ہے کہ بے شک کھاؤ۔ یہ فہم کا قصور ہے، یہ انسانی فطرت کے رجحانات کا قصور ہے۔ جب بیمار ہوں گے تو یہی کچھ ہو گا۔ اگر بیمار نہیں ہونگے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ سنئے :۔

فرماتے ہیں، "تو تم اس دعوت کو شکر کے ساتھ قبول کرو اور جس قدر کھانے تمہارے لئے تیار کئے گئے ہیں وہ سارے کھاؤ"۔ اب بتائیں کون انسان ہے جو بیمار حالت میں ان کھانوں کو کھا سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کتنی آسانی سے فرما رہے ہیں کچھ بھی بات نہیں تمہارے لئے تیار کئے گئے ہیں۔ "سارے کھاؤ اور سب سے فائدہ حاصل کرو۔ جو شخص ان سب حکموں میں سے ایک کو بھی ٹالتا ہے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ عدالت کے دن مؤاخذہ کے لائق ہو گا"۔ اگر تم عمداً کسی حکم سے احتراز کرو گے اور منہ بناؤ گے اور اس کھانے کو اپنے نفس کے لئے، اپنی اصلاح کے لئے قبول نہیں کرو گے تو فرماتے ہیں، "وہ عدالت کے دن مؤاخذہ کے لائق ہو گا"۔

اب یہ بھی نہیں فرمایا کہ عدالت کے دن ضرور اس کا مؤاخذہ ہو گا۔ یہ دو باتیں الگ الگ ہیں۔ ان کا فرق ہے۔ یہ کہنا ایک بات ہے کہ قیامت کے دن لازماً اس کا مؤاخذہ ہو گا اور یہ کہنا الگ بات ہے کہ وہ مؤاخذہ کے لائق ہو گا۔ آگے اللہ کی مرضی ہے یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ۔ لازم نہیں ہے کہ ہر قابل مؤاخذہ کو ضرور پکڑے مگر اپنی دانست میں تم خطرے کے نیچے آگئے۔ اگر آپ بے دھڑک سڑک پار کرتے ہیں اور کوئی موٹر پاس آ کے رک جائے آپ کو نہ کچلے تو اس میں آپ کی کوئی خوبی نہیں۔ مؤاخذہ کے لائق آپ ٹھہر گئے تھے۔ اگر وہ موٹر آپ کو کچل بھی دیتی ہے تو اس کا کوئی قصور نہیں تھا۔ پس مؤاخذہ کے لائق ٹھہرنا اور بات ہے اور مؤاخذہ ہونا اور بات ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبارات بہت ہی باریک اور لطیف عبارات ہیں ان پہ کوئی منطقی اعتراض عائد نہیں ہوتا۔

"وہ عدالت کے دن مؤاخذہ کے لائق ہو گا۔ اگر نجات چاہتے ہو تو دین العجائز اختیار کرو اور مسکینی سے قرآن کریم کا جؤا اپنی گردنوں پر اٹھاؤ"۔ دین العجائز کس کو کہتے ہیں۔ بڑی بوڑھیاں جب ان کو کوئی نیکی کی بات کہی جائے تو بے چون و چرا ان وہ باتیں کر لیتی ہیں۔ کبھی وہ جھگڑا نہیں کرتیں کہ اس میں کیا حکمت تھی، کیوں ہم پر یہ بات فرض کی گئی ہے۔ سیدھی سادی پرانے زمانے کی مائیں آپ نے گھروں میں دیکھی ہونگی جو اکثر دیہاتی زندگی میں اب ایک قصہ پارینہ بن گئی ہیں۔ آج کل تو بعض بوڑھیاں بھی بڑی چالاک ہو گئی ہیں۔ اور وہ بہانے ڈھونڈتی ہیں اسلام سے بچنے کے۔ لیکن پرانے زمانے میں ہم نے وہ عورتیں دیکھی ہوئی ہیں، سیدھی سادی سفید کپڑے پہنے ہوئے، سر کو چنی سے ڈھانپا ہوا، ان کو جو کہا بی بی آپ یہ کھالیں۔ اچھا یہی کھالیتے ہیں۔ یہ کام کریں، اچھا یہی کام کر لیتے ہیں۔ ان کو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ جو بھی احکامات نازل فرماتا ہے وہ ان کی بھلائی کے لئے ہیں۔

تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں، "اگر نجات چاہتے ہو تو دین العجائز اختیار کرو اور مسکینی سے قرآن کریم کا جؤا اپنی گردن پر اٹھاؤ"۔ مسکینی کی حالت ہو گی تو پھر قرآن شریف کا اٹھانا آسان ہو جائے گا۔ اگر مسکینی کی حالت نہ ہو گی تو یہ جؤا جو ہے یہ بہت مشکل پیدا کر دے گا۔ "کہ شریر ہلاک ہو گا اور سرکش جہنم میں گرایا جائے گا۔ اور جو غریبی سے گردن جھکاتا ہے وہ موت سے بچ جائے گا"۔ (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد نمبر ۳)

اب حکموں کی تعداد ایک سے دو، دو سے تین، تین سے آگے بڑھتی جارہی ہے، پانچ سو تک پہنچی۔ اب فرماتے ہیں، "سو تم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اٹھاؤ۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکموں میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے، حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل

تھے۔ سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو۔ ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْآن کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن کریم میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں۔ تمہاری فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن مجید میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی"۔

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۲۶،۲۷)

اب یہ جو پہلو ہے قرآن کریم سے محبت کا اس کے متعلق آج کل میں بہت زور دے رہا ہوں کہ خصوصاً بچوں کو قرآن کریم پڑھنا لکھنا سکھایا جائے اور اس کے معانی بھی ساتھ ساتھ سکھائے جائیں۔ اکثر لوگ جو ناظرہ پڑھا دیتے ہیں وہ کافی نہیں ہے۔ اگر ناظرہ قرآن کے ساتھ ساتھ آپ اس کے معانی بھی کچھ سکھاتے چلے جائیں تو قرآن کریم سے محبت ہونا ایک لازمی بات ہے۔ اب مجھے علم نہیں کہ آپ میں سے کتنے ہیں جو میری قرآن کریم کی کلاس کو غور سے سنتے ہیں یا سن سکتے ہیں یا ان تک پہنچتی بھی ہے کہ نہیں۔ مگر اس کلاس میں جو آنے والے ہیں ان میں کم علم عورتیں بھی ہیں، بڑے بڑے صاحب علم مرد بھی ہیں لیکن جب قرآن کریم کو سمجھا کر پڑھایا جائے تو اس سے محبت ہونا ایک لازمی بات ہے، آدمی رک ہی نہیں سکتا محبت کئے بغیر۔

قرآن کریم پڑھانا اور خشکی یہ دو چیزیں اکٹھی ہو ہی نہیں سکتیں۔ چنانچہ میں اپنی کلاس کو سمجھاتا ہوں اور بسا اوقات دیکھتا ہوں کہ جب میں قرآن کریم سے فطرت کے راز ان کو سمجھاتا ہوں، قرآن کریم نے کن کن رازوں سے پردہ اٹھایا ہے، کیا کیا معرفت کی باتیں کی ہیں، میری نظر اٹھتی ہے تو میں ان کو بھی روتے ہوئے دیکھتا ہوں اور میری اپنی آنکھیں بھی آنسو بہا رہی ہوتی ہیں۔ اب خشک تعلیم سے تو آنسو نہیں جاری ہوا کرتے۔ لازماً اللہ تعالیٰ کی محبت کے چشمے بہہ رہے ہیں قرآن کریم میں۔ اور وہی چشمے ہیں جو سننے والوں کی آنکھوں سے اور سنانے والے کی آنکھوں سے جاری ہو جاتے ہیں۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب قرآن کریم کے متعلق اس کو نعمت بیان فرماتے ہیں تو ہرگز ایک ذرہ بھی مبالغہ اس میں نہیں ہے۔

ایسی ایسی معرفت کی باتیں قرآن کریم میں بیان ہیں کہ ناممکن ہے کہ قرآن کریم پڑھیں اور اس سے محبت نہ ہو جائے اور اگر قرآن سے محبت ہو جائے تو زندگی کے سارے مسائل حل ہو جائیں گے۔ جن لوگوں کو محبت ہوتی ہے ان کی ساری برائیاں دور ہو جاتی ہیں، ان کو ایک نئی زندگی نصیب ہوتی ہے۔ اور بکثرت لوگ مجھے لکھتے ہیں کہ اگرچہ ہماری اپنی تعلیم زیادہ نہیں تھی مگر قرآن کریم کی کلاس میں بیٹھنے کا موقع ملا اور ہم نے ایک نئی زندگی پالی ہے۔ اب یہی کتاب ایک عام کتاب نہیں ہے جو اسے پڑھتے وقت مشکل ہو، جاگنا مشکل رہے اس کو تو پڑھنے کے ساتھ ساتھ ہی تمام خوابیدہ جذبات اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور قرآن کی تائید میں اور اس کی حکمتوں کی تائید میں فطرت کا لفظ لفظ بولتا ہے۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو قرآن کی تعریفیں ہیں اگر آپ ان کو سمجھیں بھی نہیں تو حیرت سے دیکھیں گے اور آپ کی بوریت میں ذرا بھی فرق نہیں آئے گا۔ آپ کہیں گے یہ کوئی عارف باللہ آدمی ہے اس کو مزہ آرہا ہوگا مگر قرآن کریم کا مزہ اٹھانے کے لئے جو بڑے بڑے مرتبے اور مقام کی ضرورت ہے وہ ہمیں نصیب ہی نہیں حالانکہ کسی بڑے مرتبے اور مقام کی ضرورت نہیں دین العجائز کی ضرورت ہے۔ عجز اور انکساری کے ساتھ قرآن کریم کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کی ضرورت ہے، اپنا سر جھکا دیں اور غور سے پڑھیں اور آیات کے تسلسل پر غور کریں، تو حیران رہ جائیں گے کہ قرآن کریم کی آیات ایک دوسرے سے اس طرح منسلک ہیں کہ پہلے انسان کے وہم میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ کس طرح تعلیم مسلسل آگے بڑھ رہی ہے اور ایک بات اگلی بات سے منسلک ہوتی چلی جارہی ہے یہ ڈوریاں ہیں جو آپس میں بٹی جارہی ہیں۔

اور اس کا ایک علاج میں آپ کے سامنے یہ رکھ رہا ہوں کہ اگر آپ کو ایم ٹی اے کے ذریعہ سننا ممکن نہیں تو غالباً یہاں امریکہ میں ان قرآن کریم کی کلاسز کی ویڈیو ریکارڈنگ ہو چکی ہوگی۔ اگر ہو چکی ہے تو لازماً گھروں کو مہیا کرنی چاہئے۔ یہ بھی کرتے ہیں اور کر سکتے ہیں کہ کسی ایک وقت میں ان ویڈیوز کو چلا دیا جائے مگر ہر ایک کے اوقات الگ الگ ہیں اور ضروری نہیں کہ ہر روز اس وقت وہ گھر ہی ہو سارا خاندان بھی کہیں سفر پر جا سکتا ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ ان کا ریکارڈ اپنے گھروں میں رکھیں اور ترتیب کے ساتھ آپ سب لوگ مل جل کر بیٹھیں اور سننا شروع کریں۔ اگر دس سبق بھی آپ اس طرح پڑھ لیں گے تو پھر آپ کے لئے ان سبقوں سے الگ رہنا ممکن ہی نہیں رہے گا۔ طلب کریں گے کہ کب ہم اگلا سبق شروع کریں مگر پڑھیں اکٹھے اور بچوں کو ساتھ شامل کر کے پڑھیں۔

تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو قرآن کریم کے متعلق روحانی دعوت فرمایا اور مزے مزے کے کھانے بتائے وہ آج بھی مل سکتے ہیں، صرف پڑھنے کا طریقہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں جو قرآن کریم کی محبت ڈالی ہے اس دور میں میں سمجھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہدایات پر عمل کروانے میں یہ محبت ضروری تھی۔ اور جب اس کلاس میں آپ قرآن کریم کو پڑھیں گے تو پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اصل مقام ظاہر ہوگا۔ کتنے عظیم الشان معلم تھے۔

آپ فرماتے ہیں، "آج کل دنیا کا تو یہ حال ہے کہ قرآن شریف میں کئی ہزار حکم ہیں"۔ اب دیکھیں سات سو اور پانچ سو کی بات ختم ہو گئی۔ فرماتے ہیں "کئی ہزار حکم ہیں ان کی پابندی نہیں کی جاتی۔ لوئی لوئی سی باتوں میں خلاف ورزی کر لی جاتی ہے۔ یہاں تک دیکھا جاتا ہے کہ بعض جھوٹ تو دکاندار بولتے ہیں اور بعض مصالحے دار جھوٹ بولتے ہیں"۔ بعض جھوٹ تو دکاندار بولتے ہیں لیکن مصالحہ لگانا بھی ایک خاص کام ہے اور بعض دکاندار پھر مصالحے لگا لگا کے جھوٹ بولتے ہیں حالانکہ خدا تعالیٰ نے اس کو رجس کے ساتھ رکھا ہے۔ اب کوئی گندی چیز ہو، ناپاک چیز ہو اس کو جتنے مرضی مصالحے لگالیں وہ کھا تو نہیں سکتے آپ۔ اگر پتہ ہو کہ گند ہے تو گند ہی رہے گا۔ مصالحے لگانے سے وہ گند صاف نہیں ہو جائے گا۔ یہ پرانے زمانے کے ہمارے حکیموں کا طریقہ تھا کہ کوئی دوائی جو انتہائی بدمزہ ہو اس کے ساتھ گلقند ملا دیا کرتے تھے، میٹھا ڈال دیتے تھے اور وہ سمجھتے تھے کہ اب کوئی مزے لے لے کے کھائے گا، وہ اپنی جہالت کو دوسروں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ حالانکہ سیدھی بات یہ ہے کہ اگر وہ دوا تلخ ہے تو ایک دفعہ کھاؤ، پانی پیو، قصہ صاف کرو۔ وہ میٹھا ملا کے اس کو آدھے گھنٹے میں ختم کرنا یہ کون سی عقل کی بات ہے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایک لطیفہ سنایا کرتے تھے اور وہ اس موقع پر ہمیشہ مجھے یاد آجاتا ہے۔ میں کئی دفعہ سنا چکا ہوں لیکن پرانے بزرگوں کی پیاری پیاری باتیں یاد رکھنا اچھی بات ہے۔ بار بار جب دہرائی جائیں تو ان کے لئے دعا کی بھی تحریک ہوتی ہے۔

حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں کہ ایک میرے ساتھی تھے وہ کھانا الگ سا چھپا کے کھایا کرتے تھے حالانکہ بہت بااخلاق آدمی تھے۔ تو میں نے کہا دیکھوں تو سہی کیا بات ہے تو میں اچانک گیا تو ان کی چپڑی ہوئی روٹی تھی۔ میں اٹھا کے ایک لقمہ کھانے لگا تو کہا آہاں ہاں، سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آپ کو نہیں میں نے یہ روٹی کھانے دینی۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اتنے ہی زیادہ شرمندہ ہوتے جائیں اور اتنا ہی اصرار بڑھتا جائے کہ ایک لقمہ تو میں کھالوں۔ وہ کہیں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور سارا کھانا ایک طرف کر دیا۔ آخر ان کو خیال آیا کہ اتنا نیک، اتنا بزرگ، اتنا سخی انسان کوئی بات ہے جو مجھے یہ کھانا نہیں کھانے دے رہا۔ پوچھا کہ بتائیں کیا بات تھی۔ تو انہوں نے کہا کہ مجھے ڈاکٹر نے Cod-Liver Oil (مچھلی کا تیل) کھانے کا حکم دیا اور اتنا بدبودار ہے کہ میں وہ کھا ہی نہیں سکتا۔ تو میں نے یہ ترکیب سوچی کہ گھی کی بجائے روٹیاں اس سے چپڑ لوں اور روٹیاں چپڑ چپڑ کے ان کو گلے سے اتاروں۔ تو یہ بھی ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ جھوٹ والے گندے لوگ گند کو نئے نئے طریقوں کے ساتھ کھاتے ہیں مگر گند تو گند ہی رہے گا وہ تو نہیں کبھی ہٹے گا۔ کہتے ہیں "ہنسی کے طور پر لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔ انسان صدیق نہیں کہلا سکتا جب تک جھوٹ کے تمام شعبوں سے پرہیز نہ کرے"۔ اب اس کا آغاز ہزارہا حکموں کی بات سے ہوا تھا۔ اب جھوٹ کے تمام شعبوں سے اگر آپ پرہیز کریں تو بتائیں کتنے شعبے بن جائیں گے۔ روزمرہ کی انسانی زندگی میں بے شمار مواقع آتے ہیں جب انسان صاف گوئی اور سچائی سے کام نہیں لیتا بلکہ جھوٹ کی پناہیں ڈھونڈتا ہے اور اس میں سے ہر دفعہ، ہر موقع پر جھوٹ اپنی ذات میں ایک الگ گناہ بن جاتا ہے۔ جن حالات میں وہ بولا گیا، کن کے سامنے بولا گیا، کیا کیا مقصد تھا وغیرہ وغیرہ۔ تو ایک جھوٹ کے شعبے بھی اتنے ہیں جو شمار نہیں ہو سکتے۔ اور اس کے علاوہ جب آپ قانون قدرت پر غور کریں اور زمین و آسمان میں جو قرآن کریم نے گہری حکمتوں کے راز بیان فرمائے ہیں تو ساری کائنات کا مطالعہ آپ پر اتنا ہی زیادہ شکر کو لازم کرے گا۔ بے انتہا چیزیں ملیں گی کہ جب ان پر غور کریں گے تو دل شکر سے بلیوں اچھلے گا۔ تو اسی لئے احکامات کو گننا چھوڑ دیں۔ ان کی گنائی ممکن ہی نہیں۔ جتنے اللہ کے احسان اتنے ہی زیادہ خدا تعالیٰ کے ہاں اوامر اور نواہی ملتے ہیں۔ اور قرآن کریم میں یہ جو آتا ہے کہ اگر سمندر سیاہی ہو جاتے اور میرے کلمے لکھتے تو وہ سیاہی خشک ہو جاتی خواہ سات سمندر اور آجاتے مگر کلمات کو لکھ نہیں سکتے تھے۔ پس یہ احکام ہیں، کلمات الٰہی جن کی کوئی حد نہیں۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کلمات کو سمجھنے اور ان کو پڑھ کر اس کے ساتھ جو شکر وابستہ ہیں وہ شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆……☆……☆

مولوی کا ڈسا ہوا معاشرہ

مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کے نام

مکرم و محترم مولانا محمد تقی عثمانی صاحب

السلام علیکم!

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوں گے۔ پچھلے دنوں مجھے ایک کتابچہ ملا جس میں آپ کی ایک تقریر "دینی مدارس، منصب اور مقام" طبع ہوئی تھی جو آپ نے اپنے دارالعلوم میں ختم بخاری شریف کے موقع پر ارشاد فرمائی تھی۔ اسی حوالے سے میرے ذہن میں جو الجھنیں اور اشکال ہیں وہ آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں اور ان کے حل کی درخواست کرتا ہوں۔ مجھے احساس ہے کہ آپ کا وقت نہایت قیمتی ہے اور اتنے بڑے دارالعلوم کو چلانا تحقیقی کام کرنا اور مطالعہ و عبادات کے باعث آپ کیلئے شاید مشکل ہو کہ مجھ جیسے بے علم کی یاوہ گوئی کی طرف توجہ دے سکیں۔ اس کے باوجود یہ جسارت کر رہا ہوں کہ آپ سے وقت کی کچھ قربانی کی درخواست کروں۔

گر قبول افتد زہے عزوشرف

سوالات کرنے سے پیشتر عرض کروں گا کہ آپ براہ کرم صرف اپنے فرقہ اور اپنے دارالعلوم کے تعلیم یافتہ افراد یا اپنے معزز و مکرم خانوادے کے حوالے سے بات نہ کیجئے گا کیونکہ ہمارا معاشرہ جس مولوی کا ڈسا ہوا ہے وہ نہ دیوبندی ہے، نہ بریلوی، نہ اہلحدیث ہے نہ اہل قرآن نہ سنی ہے نہ شیعہ بلکہ صرف مولوی ہے۔ مثلاً میں نے ایک صاحب سے ذکر کیا کہ مولوی نے پہلے لاؤڈ سپیکر کی حرمت کا فتویٰ دیا لیکن آج اسی لاؤڈ سپیکر کو شیر مادر کی طرح حلال قرار دے کر عام لوگوں کی زندگی عذاب بنا رکھی ہے تو انہوں نے کہا کہ ہمارے خاندان اور مکتبہ فکر کے کسی عالم نے لاؤڈ سپیکر کی حرمت کا فتویٰ نہیں دیا لہٰذا اسے بدلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آپ اپنی تقریر میں مولوی کا دفاع کر رہے ہیں عمومی طور پر اور جب ہم الزام لگائیں گے تو آپ اپنے فرقے کے مولویوں کو مستثنیٰ قرار دے کر دیگر فرقوں کے سر پر الزام تھوپ دیں گے تو گھر کی بات تو گھر میں رہی نا اور ملزم تو پھر بھی مولوی ہی ٹھہرا۔ اسلئے جواب دیتے وقت اس بات کو مدنظر رکھئے گا کہ آپ تمام مولویوں کا دفاع کر رہے ہیں نہ کہ صرف دیوبندی مولویوں کا۔ دوسری بات یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں یہ خط کسی سوچے سمجھے منصوبے کے تحت نہیں لکھ رہا بلکہ آپ کی تقریر پڑھنے کے بعد جو بھی کچھ ذہن میں آ رہا ہے صفحہ قرطاس پر انڈیلتا چلا جا رہا ہوں۔ اس میں ترتیب کی غلطی بھی ہو سکتی ہے اور بات کی رو کہیں سے کہیں پہنچ سکتی ہے۔ اس جاہلانہ طرز عمل بلکہ آپ جیسے عالم کیلئے اس اذیت ناک عمل کیلئے پیشگی معذرت۔

ا۔ سب سے مقدم بات یہ ہے کہ ہمارے لئے اسوہ رسول اکرم ﷺ کی مقدس و مطہر زندگی اور آپ کے تربیت یافتہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پاک زندگیاں ہیں۔ ان کے دور میں ہمیں مولوی کا وجود کہیں نظر نہیں آتا۔ ہر شخص اپنے کاروبار زندگی کے ساتھ تحصیل علم دین کی طرف بھی متوجہ ہے آزاد افراد کے ساتھ ساتھ غلام اور لونڈیاں بھی فقہ کے مسائل پر دسترس رکھتی ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کے دور مبارک میں اصحاب صفہ کا ذکر ضرور ملتا ہے لیکن ان کا کردار صرف بطور طالب علم ہے۔ اس کے بعد تاریخ ان کے بارے میں بھی خاموش ہے۔ ان کے علاوہ ہر شخص اپنے اپنے پیشہ سے بھی وابستہ ہے' تجارت کر رہا ہے' زراعت کر رہا ہے اور دین بھی سیکھ رہا ہے' تبلیغ بھی کر رہا ہے وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا آپ کا یہ استدلال کہ مولوی کو کوئی ہنر نہ سکھاؤ' کوئی دارالصنائع قائم نہ کرو۔ اسلامی تعلیمات کے برعکس ہے جس میں کہا گیا ہے کہ "الکاسب حبیب اللہ" اور رسول اکرم ﷺ کسی بھی شخص کو معاشرے پر بوجھ بننے میں پسند نہیں فرماتے اور اسے یہ ترغیب دلاتے ہیں کہ وہ اپنے ہاتھ سے کما کر کھائے جب کہ آپ کا یہ نظریہ ہے کہ مولوی چندے کی روٹیوں پر پلے اور پھر جس سے لے کر کھاتا ہے الٹا انہی کو آنکھیں دکھائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۲۔ قرآن کریم ہمیں یہ نصیحت کرتا ہے کہ "ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر" یعنی مسلمانوں میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو نیکی کی طرف بلائے اور برائی سے روکے۔ اس آیت کریمہ سے یہ استنباط کیا جاسکتا ہے کہ ایک گروہ ایسا ہو جو نہ صرف مسلمانوں میں اصلاح و ارشاد کا کام کرے بلکہ غیر مسلموں میں بھی تبلیغ اسلام کرے۔ اس طرح کے اشخاص عارف باللہ ہونے چاہئیں جو مستجاب الدعوات ہوں اور اتنے مضبوط اور پاکیزہ کردار والے ہوں کہ لوگ ان سے متاثر ہوں۔ اسی طرح علمی مشکلات کے حل کیلئے قرآن ہمیں اہل علم کی طرف رجوع کرنے کی نصیحت کرتا ہے کہ اگر تمہیں کوئی بات نہ پتہ ہو تو اہل ذکر سے پوچھ لیا کرو۔

اول الذکر گروہ کے بارے میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ان کو معاشی ذمہ داریوں سے آزاد کیا جاسکتا ہے اور ان کی اور ان کے افراد خانہ کی کفایت ریاست کے ذمہ ہونی چاہئے۔ لیکن اس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے گروہ میں شامل ہونے کی جو شرائط قرآن مجید نے بیان فرمائی ہیں۔ آج کا مولوی' الا ماشاء اللہ ان شرائط کو پورا نہیں کرتا۔

۳۔ آج کے مولوی میں اخلاق کی سخت کمی ہے' عموماً مولوی حضرات تند خو ہوتے ہیں۔ ان سے سوال کیا جائے اور خاص طور پر Cross questioning کی جائے تو اول تو غصے میں آجاتے ہیں دوسرے اپنا نقطہ نظر سائل پر تھوپنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر ان سے اختلاف کیا جائے تو فوراً کفر کا فتویٰ لگا دیتے ہیں۔

آپ اس اعتراض کو اپنے اوپر چسپاں مت فرمائیے گا کیونکہ آپ کی عادات شریفہ سے میں واقف نہیں ہوں البتہ حسن ظن ہے کہ آپ جیسا عالم "قُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا" پر کاربند ہو گا۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر دراصل انبیاء علیہم السلام کا کام ہے اور ان کا بعد علماء صالحین کی ذمہ داری ہے 'اس راہ میں چلنا پڑے جان جوکھوں کا کام ہے۔ اس راہ میں گالیاں پڑتی ہیں' پتھر پڑتے ہیں' مقاطعات ہوتے ہیں' طعن و تشنیع کے تیر برستے ہیں۔ لیکن ان مظالم و مصائب کے جواب میں انبیاء کا کردار یہ رہا ہے کہ مخالفین کیلئے دعائیں کرتے ہیں گالی کا جواب گالی سے نہیں بلکہ دعا سے دیتے ہیں۔

اس کے برعکس مولوی حضرات اول تو اس راہ کی صعوبتوں اور مشکلات کا سامنا ہی نہیں کرتے اور اپنے مدارس میں بیٹھ کر فتویٰ سازی کرتے رہتے ہیں۔ معاشرے میں جو برائیاں پھیل رہی ہیں ان کو ہاتھ سے روکنا تو در کنار زبان سے بھی برا نہیں کہتے اور خاموشی سے نظر بچا کر پاس سے گذر جاتے ہیں۔ فلم' ٹی وی' ڈش اور عورت کی حکمرانی کے بارے میں لمبے لمبے اخباری بیانات جاری کرتے ہیں۔ اس نیت سے نہیں کہ معاشرے کی اصلاح ہو بلکہ اس نیت سے کہ عوام میں شہرت ہو لیکن عوام الناس کو انبیاء کے راستے پر چل کر جان ہتھیلی پر رکھ کر ان برائیوں سے روکنا ظالم کا ہاتھ پکڑنا اور اسے یعنی امیر کبیر آدمی' جاگیردار اور صنعت کار کو غریب آدمیوں پر ظلم سے روکنا' رشوت ستانی کے خلاف جدوجہد کرنا' اپنے اردگرد کے علاقے میں صفائی کا خیال رکھنا گندگی پھیلانے سے منع کرنا اور اصلاح معاشرہ کے اس طرح کے بے شمار کام کرنے کی طرف قطعاً توجہ نہیں کرتے۔ آجکے یہ یاد رہتا ہے کہ اقتدار میں کسی طرح حصہ مل جائے اور لوگ آنکھیں بند کر کے ان کی تمام تشریحات و تعبیرات قبول کر لیں حالانکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ازواج مطہرات کے علاوہ رسول اکرم ﷺ سے دیگر باتوں میں بحث مباحثہ کیا کرتے تھے اور صاف کہتے تھے۔

کہ اگر یہ وحی ہے تو بولنے کا یارا نہیں لیکن اگر آپ اپنے پاس سے کہہ رہے ہیں تو ہمارے خیال میں یہ مناسب نہیں۔

پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم اس مولوی کی بات آنکھیں بند کر کے مان لیں جسے جدید تعلیم تو در کنار قرآن و حدیث کا بھی صحیح ادراک نہیں جو از منہ قدیم کی تفسیروں کو اس زمانے میں لاگو کرنا چاہتا ہے۔ جو انسانی اظہار رائے کی آزادی کو قرآن کے نام پر سلب کرنا چاہتا ہے' جو ڈنڈے کے زور پر اسلام نافذ کرنا چاہتا ہے جو اسلام میں آنے کا دروازہ تو کھلا رکھتا ہے لیکن کسی کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ اس سے باہر نکل جائے حالانکہ قرآن اسے روا نہیں رکھتا۔

آج کے مولوی میں عفو نام کو نہیں۔ غصہ انتہا کا ہے دوسروں کے آرام کا خیال نہیں رکھتا۔ خود اپنی صفوں میں اتحاد نہیں ہے۔ اسلام مرکزیت کا حامی ہے لیکن مولوی حضرات اپنے ہی فرقہ کے [illegible] سیاسی لیڈر کی مرکزیت نہیں مانتے اور اپنی جماعتوں میں مختلف دھڑے اور گروپس بنالیتے ہیں۔

۵۔ اسلام ہر قیمت پر معاشرتی امن قائم رکھنا چاہتا ہے اور فساد کو قطعاً پسند نہیں کرتا لیکن مولوی حضرات بات بات پر جلوس نکالتے' توڑ پھوڑ اور ہنگامہ آرائی کرتے ہیں' دوسروں کی املاک کو نقصان پہنچاتے ہیں اور اس طرح جبریہ طور پر اپنا موقف منوانے کی کوشش کرتے ہیں۔

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ جدید تعلیم سے بڑی حد تک یہ مولوی بے بہرہ ہے لیکن جس علم کا ماہر ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اس کی روح سے بھی واقف نہیں فقہی مسائل میں اختلاف ہونا کوئی بڑی بات نہیں لیکن ان بنیادوں پر کفر کے فتوے لگانا کہاں کی عقل مندی ہے۔ قرآن و حدیث کی تعبیر و تشریح اس قدر الجھا دی ہے کہ عام آدمی دین سے بدک کر الگ ہو گیا ہے۔ اگر مخالف فریق گفتگو کے دوران کسی حدیث کا حوالہ دے تو مولوی صاحب اس کی صحت سے ہی انکار کر دیتے ہیں اور اگر قرآن مجید کی کوئی آیت پیش کی جائے تو اس کا ترجمہ اپنی مرضی کے مطابق بنا کر دوسرے کے دلائل کو رد کر دیتے ہیں انہی کے متعلق علامہ اقبال نے کہا تھا

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

اسی بناء پر عام آدمی اسلام کے متعلق گفتگو کرنے سے پرہیز کرتا ہے۔ مولوی نے عام آدمی کے ساتھ ایک اور ظلم کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ دین اسلام کی بنیادی معلومات اور مذہبی رسومات کا علم اس تک پہنچنے نہیں دیا یعنی نماز پڑھنا' نکاح پڑھانا' جنازہ پڑھانا۔ اذان اور تکبیر کہنا اور اس طرح اپنی اجارہ داری قائم رکھی ہے بلکہ مولوی لوگوں کو دھمکی دیتا ہے کہ میں نہ ہوں گا تو نہ تمہارا نکاح پڑھا جائے گا اور نہ جنازہ۔

کئی جگہ پر ایسا ہی ہوا کہ مولوی صاحب کسی بات پر بگڑ گئے تو جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا۔ پورے مجمع میں کوئی ایسا شخص نہیں مل رہا جو آگے بڑھ کر نماز پڑھا دے اور ان مولوی صاحب کی منتیں کی جا رہی ہیں۔

۷۔ شہروں کے مقابلے میں گاؤں میں مولوی کا کردار زیادہ شرمناک ہے۔ زمینوں کے مالکوں سے گندم چاول لسی اور نقدی کے لالچ میں مقامی مسجد کا مولوی اس زمیندار کے تمام عیوب و مظالم سے چشم پوشی کر لیتا ہے اور اسلام کا نفاذ فقط غریب مزارعوں پر ہوتا ہے اور انہیں اس بات کی تلقین بھی کرتا ہے کہ چوہدری صاحب کے وفادار بن کر رہو پھر اگر یہ چوہدری صاحب سیاست میں قدم رکھتے ہوں تو مولوی صاحب کا ناپاک اشتراک دولت کے رعب داب سے مل کر مزارعین کو مجبور کر دیتا ہے کہ ووٹ صرف چوہدری صاحب کو ہی دیں۔

۸۔ ہمارے خطے کے اہل اللہ بزرگ بھی مولویوں کے شاکی رہے ہیں اور مولویوں کو بھی ان بزرگوں سے پرخاش رہی ہے۔ مولوی کے قول و فعل کے تضاد ایک بزرگ صوفی شاعر بابا بلھے شاہؒ نے اس طرح بیان کیا ہے۔

ملاتے مشالچی دونویں اکو چت
لوکاں کردے چانتا آپ ہنیرے نت

یعنی ملا اور مشعل بردار دونوں ایک طرح کے ہوتے ہیں۔ دوسروں کو تو روشنی دیتے ہیں لیکن خود ہمیشہ اندھیرے میں رہتے ہیں۔ یہی قول و فعل کا تضاد ہے۔ جس نے عام آدمی کو دین سے بیزار کر دیا ہے مولوی حضرات ملازمتوں کاروباروں اور زندگی کے دیگر شعبوں میں رشوت' ناجائز ذرائع سے آمدنی حاصل کرنا جھوٹ کا اتنا استعمال کرتے ہیں کہ لوگ ان سے متنفر ہو گئے ہیں انسانی نفسیات پابندیوں سے چھٹکارے کا کوئی نہ کوئی بہانہ چاہتی ہے لہٰذا مولویوں کے کردار کو بہانہ بنا کر لوگ نماز روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ اور دیگر اخلاقی اصولوں کو ترک کر دیتے ہیں۔

"ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنالیتی ہے تصویریں"

۹۔ نماز کے متعلق اسلامی تعلیم مولوی ہر خطبہ میں دہراتے ہیں۔ "یقیناً نماز منع کرتی ہے فحشاء سے برائیوں سے اور بغاوت سے"۔

لیک خود ان کی نماز نہ انہیں فحشاء سے روکتی ہے نہ منکرات سے اور نہ بغی سے۔ شاگردوں کے ساتھ بدفعلیوں کے قصے زبان زدعام ہیں۔ گالی گلوچ' غصہ' بداخلاقی اور جھوٹ وغیرہ مولویوں کا وطیرہ ہے۔ انگریزوں کی حکومت کے وفادار تھے اور فتوے دیتے تھے کہ اس حکومت کی حمایت کرنا فرض ہے بلکہ ندوۃ دارالعلوم کی افتتاحی تقریب میں انگریز گورنر کو مہمان خصوصی بنایا گیا اور دلیل یہ دی کہ مسجد نبوی کا منبر بھی ایک نصرانی نے بنایا تھا لیکن اپنی حکومت کے ہروقت باغی ہیں۔ لہٰذا ان کی نماز وہ نماز ہی نہیں ہے جو مندرجہ بالا صفات پیدا کرتی ہے اسی لئے علامہ اقبال نے کہا تھا

تیری نماز بے سرور تیرا امام بے حضور
ایسی نماز سے گذر ایسے امام سے گذر

۱۰۔ نظام مصطفیٰ ﷺ کے نام نہاد نفاذ کیلئے لمبی چوڑی تحریک چلائی' قیمتی املاک تباہ کیں' کاروبار معطل کروادیئے جوان بچوں کو شہید کروادیا۔ اصل مقصد بھٹو کو ہٹانا تھا جب ایک بدبخت آمر اس حکومت کو ہٹا کر برسراقتدار آگیا تو سارا نظام ﷺ نعوذ باللہ من ذالک دھرے کا دھرا رہ گیا اور قوم لاحاصل قربانیوں کے بعد نئے عذاب میں مبتلا ہو گئی ۔ایک شخص نے مجھے کہا کہ تحریک کے دوران میں نے دو نوجوانوں کو فوجیوں کی گولیوں کے آگے سینہ تان کر شہید ہوتے دیکھا۔ جو یہ کہتے ہوئے آگے بڑھے تھے کہ "چلاؤ گولی ہم اپنے آقا ﷺ کے نام پر قربان ہونے کے لئے تیار ہیں" ان شہداء کی مخلصانہ اور شاندار قربانیوں کو ملانے ایک آمر کے ساتھ مل کر رائیگاں کر دیا اور اس کے جہنم واصل ہونے کے بعد اسی کو شہید کہنا شروع کر دیا۔ اس شخص کا کہنا تھا کہ یا تو وہ دو لڑکے شہید ہیں یا وہ آمر شہید ہے۔ فیصلہ آپ خود کرلیں۔

۱۱۔ قول و فعل کے تضاد کا قومی سطح پر ایک جدید مظاہرہ ملی یکجہتی کونسل کی شکل میں ہمارے سامنے آیا ہے۔ اس کونسل کے مقاصد میں ایک مقصد گستاخ رسول ﷺ کے قانون کا نفاذ اور اس کے مرتکب کو سزائے موت دلوانا ہے جب کہ اسی کونسل کے ممبر حضرات اور ان کے بزرگ ایک دوسرے کے خلاف گستاخی رسول ﷺ اور توہین قرآن کے شدید الزامات لگا چکے ہیں اور کفر کے فتوے صادر کر چکے ہیں۔

لہٰذا کسی دوسرے کو پھانسی پر لگانے سے پہلے نورانی صاحب کو چاہئے کہ فضل الرحمان اور سمیع الحق صاحب کو پھانسی پر چڑھادیں۔ دوسری طرف فضل الرحمٰن صاحب اور سمیع الحق صاحب بریلویوں کو گستاخ بلکہ مشرک تک قرار دیتے ہیں۔ انہیں لازم ہے کہ اس قانون کا اولین نفاذ اپنے چیئرمین نورانی میاں پر کریں اور انہیں تختہ دار پر جھولا جھلائیں۔

۱۲۔ اس کتابچہ "دینی مدارس' منصب اور مقام" کے صفحہ نمبر ۴ کے پیراگراف نمبر ۲ میں آپ کہتے ہیں کہ "اگر کوئی مولوی بے چارہ اصلاح کیلئے یا کسی اجتماعی کام کیلئے گوشہ سے باہر نکل آئے تو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ مولوی صاحب کا تو کام تھا مدرسہ میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرنا اور آج یہ سیاست میں اور حکومت کے معاملات میں دخل انداز ہو رہے ہیں"۔

میرا سوال یہ ہے کہ کیا بسم اللہ کے گنبد کے باہر سیاست اور حکومت کے علاوہ اور کوئی کام نہیں۔

مقام فیض کوئی راہ میں جچا ہی نہیں
جو کوئے یار سے نکلے تو سوئے دار چلے

گویا آپ اصلاح اور حکومت کو مترادف سمجھتے ہیں۔ سچائی کی تلقین کرنا' ماحول کی صفائی جو نصف ایمان ہے کا خیال رکھنا' غریبوں کے کام آنا۔ یتیموں بیواؤں کی خبرگیری کرنا اپنے اپنے علاقے میں ہیروئن فروشی اور دیگر نشوں کے کاروبار کا سدباب کرنا اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرنا وغیرہ وغیرہ آپ کے نزدیک کوئی کام ہی نہیں یا کم از کم آپ کے کرنے کا کام نہیں۔

۱۳۔ آپ کی یہ بات بھی دل کو نہیں لگتی کہ آج کا مولوی بوریہ نشین ہے وہ تمام آسائشیں اور پر تکلف زندگی جو سارے معاشرے جو سارے معاشرے کے امیروں کو حاصل ہے آج مولویوں کو بھی اسی طرح حاصل ہیں بلکہ مولوی کی زندگی زیادہ پرکشش ہے کہ مزدوری اور محنت کئے بغیر اچھی زندگی حاصل ہو جاتی ہے۔ خود آپ اعتراف فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ مولوی کا انتظام دوسروں سے بہت اچھا فرماتے ہیں اور یہ کہ "اور عام طور پر دیکھ لو' اللہ کے جن بندوں نے اللہ پر بھروسہ کر کے اللہ کے دین کیلئے اپنی زندگیوں کو وقف کر دیا اور اس کی خاطر دنیا کو ایک مرتبہ ٹھوکر ماردی تو اللہ نے ان کے قدموں میں دنیا کو اس طرح بھیج دیا کہ دوسرے رشک کرتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ایسا انتظام کرتے ہیں اور آنکھوں سے دکھاتے ہیں کہ اللہ والوں کی عزت کیا ہے" یہ بات بھی آپ کی مجھے غلط محسوس ہوتی ہے کہ مولوی کے ختم ہونے سے اسلام ختم ہوا۔

حقیقت یہ ہے کہ مولوی نے اپنے قول و فعل کے تضاد' جہالت اقتدار کے لالچ اور اسلام کی من مانی تعبیرات کے نتیجے میں ایک نسل کو اسلام سے اس قدر باغی کر دیا کہ اس نے اس فرسودہ نظام کو ہی الٹ دیا اور سیکولر نظام قائم کر دیا۔

ترکی کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ وہاں کے شیوخ الاسلام نے درباری سازشوں میں خوب حصہ لیا اور اپنے اصل کام سے صرف نظر کرتے رہے۔ نتیجتاً نوجوان نسل اسلام سے باغی ہو گئی۔

۱۴۔ پھر آپ نے لکھا ہے کہ "لیکن وہ دین کی کیا تعلیم ہوئی جو انسان کو ایمان کی دولت بھی عطا نہ کر سکے" ہمیں اس کے برعکس یہ نظر آتا ہے کہ دین کی تعلیم حاصل کرنے والوں کو نہ خود ایمان کی دولت حاصل ہوئی ہے نہ وہ اس دولت کو دوسروں میں بانٹ رہے ہیں بلکہ تکفیر سازی کے ذریعے دوسروں کے ایمان پر ڈاکہ ڈال رہے ہیں۔

۱۵۔ افغانیوں کی غیرت دین اور ملاّ کے ان میں کردار کا جو نتیجہ آج ہمارے سامنے آرہا ہے۔ اگر آج علامہ اقبال زندہ ہوتے تو اپنے ہاتھوں سے مُلاّ کو دفن کر دیتے۔ صرف کوہ و دمن سے نہ نکالتے۔ پہلے ان ملاؤں نے امریکہ اور یورپ کے سامراج کا آلہ کار بن کر ان کے پیسے اور ہتھیاروں کی مدد سے روس کو شکست دی اور پھر اس کے بعد آپس میں قتل و غارت شروع کر دیا۔

اب دونوں طرف ملاّ ہے۔ ملاّ ملاّ کو مار رہا ہے۔ کون شہید اس کا فیصلہ کون کرے گا؟

۱۶۔ میں دینی مدارس کے خلاف نہیں ہوں لیکن آپ خود سوچیں کہ ایک طرف تو آپ اسلام کو دین و دنیا دونوں پر مشتمل مذہب قرار دیتے ہیں۔ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنیَا حَسَنَۃً وَّفِی الاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً اور دوسری طرف مدارس کو دینی مدارس کہہ کر زمانے سے اس کا تعلق توڑ لیتے ہیں۔ جن آباؤ و اجداد' علماء اور سائنس دانوں پر ہم فخر کرتے ہیں وہ علم دین کے ساتھ طب' ریاضی' فلکیات' موسیقی' شاعری' فزکس اور کیمسٹری تک کے علوم کے ماہر تھے لیکن آپ کے مدارس کا فارغ التحصیل طالب علم مخصوص نصاب ہی پڑھتا ہے اور کنویں کا مینڈک بن کر رہ جاتا ہے۔

۱۷۔ اپنی تقریر کے آخر میں طالب علموں کو آپ نے بہت اچھی بات کہی ہے کہ "انشاء اللہ تم ہر جگہ سربلند ہو گے۔ بشرطیکہ تم نے جو علم یہاں حاصل کیا ہے اس کو اپنی زندگیوں میں اپناؤ"۔

ہماری بدقسمتی ہے کہ مولوی نے اس علم کو اپنے اوپر نافذ نہیں کیا۔

"لِمَ تَقُولُونَ مَالاَ تَفعَلُونَ"

بات بہت لمبی ہو گئی ہے لیکن ختم نہیں ہوئی

مصحفی ہم نے یہ سمجھا تھا کہ ہوگا کوئی زخم
تیرے دل میں تو بہت کام رفو کا نکلا

بہرحال یار زندہ صحبت باقی

مجھے احساس ہے کہ میں نے اپنی معروضات سخت الفاظ میں پیش کی ہیں لیکن میں مجبور ہوں کیونکہ جو کچھ میرے دل میں تھا میں نے کہہ دیا ہے

غالب اس تلخ نوائی پہ مجھے رکھیو معاف
آج کچھ درد میرے دل میں سوا ہوتا ہے

اگر میری باتیں غلط ہوں تو ان کی اصلاح کی درخواست کرتا ہوں۔ الفاظ کی سختی کی ایک بار پھر معذرت۔

والسلام

انصر رضا (لاہور)

بشکریہ ہفت روزہ لاہور ۳۰ر اگست ۱۹۹۷ء

بھارت میں ہر سال ۱۰ لاکھ لوگ پان مسالہ و تمباکو کھانے سے مرجاتے ہیں۔ دہلی کے وزیر صحت کا بیان

نواں شہر ۲۴ر مئی روزنامہ ہند سماچار جالندھر میں چھپی ایک خبر کے مطابق بھارت میں ہر سال ۱۰ لاکھ موتیں تمباکو کھانے سے ہوتی ہیں۔ اس لئے سرکار چاہتی ہے کہ گٹکے اور کھانے والے تمباکو پر پابندی لگادی جائے۔ یہ بات آج ذی ٹی وی پر دہلی کے وزیر صحت ہرش وردھن نے "آپ کی عدالت' آپ کا فیصلہ" پروگرام میں بتائی۔ اس پروگرام میں پان مسالہ صنعت کے مالک ہری بھائی لالوانی نے حصہ لیا۔ ان کا کہنا تھا کہ صرف گٹکا اور پان مسالہ پر ہی کیوں ہنگامہ کیا جارہا ہے جبکہ سگریٹ اور شراب بارے سرکار چپ ہے۔ اس پر وزیر صحت نے کہا کہ سگریٹ' شراب بھی گٹکا خاندان کے ممبر ہیں۔ ان بارے بھی قدم اُٹھائے جائیں گے۔

اس پر ہری بھائی لالوانی نے وزیر صحت کو کہا کہ دہلی میں جو گندگی کی وجہ سے لوگ مرتے ہیں کیا اس بارے میں کبھی انہوں نے سوچا ہے۔ انہیں دہلی سے صحت وزیر کے طور پر شہر کا معائنہ کرنا چاہئے۔

جب وزیر صحت سے پوچھا گیا کہ کیا سرکار پان مسالہ اور گٹکا پر پابندی لگادے گی تو انہوں نے کہا کہ اس کا جواب تو جیوتشی ہی دے سکتا ہے۔ میں تو بطور وزیر چاہتا ہوں کہ یہ جلد بند ہوں۔ ہم جنتا کو سگریٹ' شراب اور گٹکا کے نقصان سے بچانا چاہتے ہیں۔ کیونکہ ساڑھے پانچ ہزار لڑکے ہر روز اس تمباکو کی بری عادت میں پڑ رہے ہیں۔ ۱۰ لاکھ لوگ ہر سال تمباکو کا شکار ہو رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ان کی موت کے لئے عدالت میں ۳۰۲ کا مقدمہ چلایا جانا چاہئے۔

طالب دُعا :- محبوب عالم ابن محترم حافظ عبد المنان صاحب مرحوم

M/S NISHA LEATHER

Specialist in Leather Belts, Leather
Ladies and Gents Bag, Jackets, Wallets etc.
19 A Jawahar Lal Nehru Road Calcutta - 700081 Ph: 2457153

تہذیب و تمدّن کا گہوارہ - مصر

ڈاکٹر چوہدری رفیق احمد ناصر - قاہرہ - مصر

قدیم زمانہ سے دنیا میں جو تہذیب و تمدّن کے آثار ملتے ہیں۔ ان میں سے ایک ایسا ہی تاریخی تہذیب سے مرصّع ملک "مصر" ہے جس کی پرانی تہذیب ہزاروں سال تک پہنچی ہے۔ ان پرانی تہذیبوں میں روم۔ یونان۔ ہند۔ چین بابل کے ساتھ ساتھ مصری تہذیب کے اثرات تک تاریخ کے صفحات کی زینت بنتے رہے ہیں۔ ان تمام تہذیبوں میں مصر کو ہی صرف یہ تاریخی اور مذہبی اعزاز حاصل رہا ہے کہ اس کا نام وضاحت سے قرآن کریم میں ایک سے زیادہ مرتبہ مذکور ہے۔ خاص طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر کے تعلق میں اور حضرت یوسف علیہ السلام کے تعلق میں۔ اسی طرح احادیث نبوی ﷺ میں بھی اس کا بار بار ذکر کیا جانا اس ملک اور اس کی تہذیب کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ آپ نے ایک موقع پر فرمایا کہ "فوج کے بہترین سپاہیوں کا انتخاب مصر سے کیا جائے کیونکہ وہ بہترین جنود ہیں"

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت اور آپ سے قبل جب اس ملک میں فرعون خاندان کی حکومت تھی تو اس کے بعض فرعونی حکمرانوں کی حکمت دانائی اور عقلمندی اور سیاسی سوجھ بوجھ کے نتیجہ میں اس ملک نے سیاسی ثقافتی۔ اجتماعی، تجارتی، معاشی اور تکنیکی ترقی میں اپنی انتہا کو چھو لیا تھا۔ دنیا کے سات عجوبوں میں سے دو مشہور عجائب اہرام مصر اور اسکندریہ ٹاور بھی مصر میں موجود ہیں۔ بہترین عالیشان قدیم تاریخی مقبرے جو ان کے خزانوں سے بھرپور بہترین آرکیٹیکچر اور نقاشی کے نمونے تھے جو ان فرعونی خاندان کے افراد کی لاشوں کی ممیّوں سے بھرے ہوئے ہیں جن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مخالف فرعون کی لاش بھی قاہرہ میں موجود عجائب گھر میں محفوظ ہے جو حضرت موسیٰ کے وقت غرور گھمنڈ میں خدائی کا دعویٰ دار تھا اور بالآخر اس کو خدا کا نظارہ غرق ہوتے ہوئے سمندر میں نظر آیا جہاں وہ اپنی اس عبرت کا نشان قیامت تک کیلئے چھوڑ گیا۔ انہیں فرعونوں میں سے ایک فرعون حاکم کے وزیر خزانہ حضرت یوسف علیہ السلام تھے۔ جن کے خزانہ کے بڑے بڑے گودام ٹائپ عمارتوں کے کھنڈرات انہیں قدیم تاریخی مقبروں کے ساتھ جنوب مصر کے قدیم دارالحکومت "الاقصر" Luxar اور اسوان "Aswan" شہروں میں دیکھنے کو ملیں گے۔ ان قدیم تاریخی عمارتوں میں سے چند ایک کا نام لکھتا ہوں کیونکہ یہ عمارتیں اپنی معماری، نقاشی، خوبصورتی اور فن کی اپنی مثال ہیں۔ جن پر کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔ قدیم فرعونی حکمرانوں نے اپنی سلطنت کی وسعت اور عظمت اور سیاسی نکتہ نگاہ کی خاطر موجودہ سوڈان و مصر کی حدود پر واقع ان شہروں میں Luxar اور Aswan کو دارالحکومت قرار دیا۔ جہاں یوگنڈا کے چشموں سے پھوٹا دریائے نیل حبشہ (ایتھوپیا) کے میدانوں میں سانپ کی طرح بل کھاتے ہوئے اور سوڈان کی پیاسی زمین کو سیراب کرتے ہوئے مصر کے ریگستان میں داخل ہوتا ہے۔ دریائے نیل ان ملکوں میں سے گزرتا ہے تو اس کا پانی سفید رنگ کا ہے۔ لیکن مصر کی زمین یا اس کے صحرائی آسمانوں میں یہ خاصیت ہے کہ وہ اس سفید پانی کا رنگ بدل دیتی ہے اور یہاں اس کا رنگ نیلا ہو جاتا ہے۔ اور اسی واسطے اس کو دریائے نیل "River Nile" کہا جاتا ہے۔ اور مصر کیلئے دریائے نیل ایک خدائی وردان ہے۔ ان سابقہ مذکورہ تینوں ملکوں نے اس دریائے نیل سے اس طرح کا استفادہ نہیں کیا جس طرح کہ مصر نے کیا ہے۔ خاص طور سے سابقہ فرعونی حکمرانوں نے اس دریا کے کنارے اپنی دارالحکومت اسوان اور الاقصر میں انتہائی شاندار مقابر و عمارتیں قائم کیں جن میں سے وادی الملوک، معبد الویلا (Villa Temple) معبد کرنک (Karnak Temple) مقبرہ توت، عنخ آمون وغیرہ بہت ہی مشہور ہیں جنوب مصر سے دریائے نیل جب شمال مصر کی طرف سے ہو کر گزرتا ہے تو موجودہ دارالحکومت قاہرہ جو کہ حالیہ وقتوں کا ایک خوبصورت اور جدید ترین شہر ہے، کے قریب ایک دوسرا قدیم شہر "جیزہ" "Giza" ہے جس میں ان کے بنائے ہوئے بہت سے اہرامات "Pyramids" عالمی سیاحوں کی نظروں کو جذب کرنے کی ہلیت رکھتے ہیں۔ یہاں بہت سے اہرامات تھے لیکن بمرور زمانہ اب صرف تین اہرامات ہی اپنی اچھی اور مضبوط حالت میں باقی ہیں جن میں ان حکمرانوں اور ان کے خاندان کے بعض قریبی رشتہ داروں کی لاشیں اپنے بہترین خزانوں اور ہیرے جواہرات کے ساتھ رکھی ہوئیں ملیں۔ انہیں اہرامات کی حفاظت کیلئے ان کے پرانے مذہبی عقیدے کے مطابق ایک گائے کے جسم والا شیر کے پنجے کی ساخت والا اور انسانی جسم کی حقیقت لئے ایک عظیم الجثہ دیوتا ابوالہول (Abul- Hol) کائنات ہے۔ جو ان عظیم اہرامات کی حفاظت کی خاطر قائم کیا گیا تھا۔ سینکڑوں فٹ لمبا اور اونچا یہ بُت ایک ہی پتھر کا بنا ہوا ہے۔

دوسرے خلیفہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے جب حضرت عمرو بن العاص لشکر اسلامی کے جنرل نے مصر کو فتح کیا تو انہوں نے اس صوبے الجیزہ کے قریب ہی ایک نیا شہر "فسطاط" نامی آباد کیا فسطاط ایک عربی لفظ ہے جس کے معنے خیمہ کے ہیں۔ چنانچہ اسلامی فوج کے افراد اپنے ساتھ خیمہ لئے ہوئے تھے۔ جب انہوں نے مصر کو فتح کر کے اس علاقہ میں اپنے خیمہ گاڑے تو کثرت خیموں کے سبب اس کا نام ہی فسطاط پڑ گیا۔ جہاں پر بعد میں حضرت عمرو ابن العاص نے پہلی بڑی مسجد، مکّہ اور مدینہ کے بعد اس شہر میں اینٹ گارے کی قائم کی۔ یہ مسجد اپنی وسعت اور عظمت کے لحاظ سے صحابہ رسول کی برکتیں لئے ہوئے تھی اور ابھی تک ایک مقدس مسجد سمجھی جاتی ہے۔ جہاں ہزاروں کی تعداد میں مسلمان رمضان المبارک میں خاص طور پر تراویح اور جمعہ کی ادائیگی کیلئے جاتے ہیں اور برکات الٰہی سے مشرف ہوتے ہیں۔ پہلی صدی ہجری اور دوسری صدی ہجری میں قدیم شہر فسطاط اور اس کے گردونواح میں اسلامی علماء اور سکالروں سے دین سیکھنے اور علمی استفادہ کرنے کی غرض سے مذہبی پروانے جمع ہوتے تھے اور انہیں علماء میں سے حضرت امام شافعیؒ حضرت امام لیثؒ خاندان نبوت کی پڑپوتی حضرت سیدہ نفیسہؒ اور دیگر مشہور زمانہ ہستیاں اس جگہ آئیں اور اپنے علم و عرفان کی بارش برسا کر پھر اسی خاک میں مدفون ہوئیں۔ حضرت سیدہ زینبؓ کو بھی اسی زمین میں علم و عرفان کا افادہ کرنے کا موقعہ ملا۔ اس کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں اسلامی جلیل القدر علماء اور صحابہ کو اس سلسلہ میں اسلامی نور سے موثر کرنے اور یہاں پر قیام کر کے دوسرے اسلامی شہروں کوفہ، بصرہ، شام، عمان، فلسطین جانے کا موقعہ ملا۔ ایک اسلامی ادارہ "الازھر شریف" بھی اس ملک کی پیشکش (دین) ہے۔ جہاں سے موجودہ اسلامی مفکرین اور سیاستدان اور حکام وقت پڑھ کر سلطنت کے عروج کو پہنچے ہیں جن میں صدر شام حافظ الاسعد یاسر عرفات صدام حسین وغیرہ شامل ہیں۔ اسی ازھر شریف یونیورسٹی کے علماء نے وفات مسیح کے فتوے بھی شائع کئے ہیں جو باقی علماء کیلئے ایک قابل تقلید مثال ہے۔

اس وقت مصر کی آبادی تقریباً ۶-۵ کروڑ ہے جن میں سے ۹۵ فیصد طبقہ مسلمین ہے اور ۵ فیصد عیسائی ہیں۔ لیکن ان عیسائی لوگوں نے خاص کر سونے چاندی اور دوائیوں کی تجارت پر اچھی مضبوط گرفت قائم کر رکھی ہے۔ ان کی زیادہ تعداد قاہرہ، اسکندریہ اور جنوب مصر کے چند شہروں المنیا، ویروط، سوہاگ وغیرہ میں ہیں اور آخر مذکور شہروں میں عموماً مذہبی فتنہ فساد اور لوٹ مار ھند و پاک کے شہروں کی طرح ہوتی رہتی ہے۔ ان لوگوں کا مذہبی اتحاد مصر میں بہت منظم ہے اور اس کا Coptic Leader پطریک "بابا شنودہ" ہے جو بیرونی کیتھولک و پروٹیسٹنٹ فرقوں سے مختلف مصری قبطی عیسائیوں سے ہیں۔ جن کا مذہبی مقدس ہیڈ کوارٹر اسکندریہ میں ہے۔ اور یہ اپنی کرسمس عید ۲۵ دسمبر کی بجائے عموماً ۷ جنوری کو مناتے ہیں ان میں دوسرے مذہبی فرقے بھی ہیں جو بہت تھوڑی تعداد میں ہیں۔

تمام مصری مسلمانوں میں ہمارے ملکوں کی طرح انتہائی کٹر پسند فرقہ بندی نہیں جو کہ اپنے فرقہ کی خاطر فتنہ و فساد برپا کریں سوائے جنوب مصر کے مذکورہ علاقوں میں۔ کیونکہ یہاں کے لوگ گرم موسم کی گرم تاثیر اپنی طبیعت میں رکھتے ہیں اور صرف اپنی بات کو ترجیح دیتے ہیں چاہے وہ غلط ہی کیوں نہ ہو۔ اور شمال و جنوب کے درمیان ایک کشیدگی ہر ملک کی طرح ان میں بھی پائی جاتی ہے۔ لیکن عموماً ان لوگوں میں تعلیمی نسبت کا معیار اونچا اور دوسرے عربی اسلامی ممالک کی نسبت مصر میں علم و ادب اور ثقافت کا معیار موجودہ دور میں اونچا ہے اس کی خاص وجہ سابقہ اسلامی علماء و فضلاء کی علمی وراثت الازھر یونیورسٹی کا دیگر تعلیمی اداروں کا مثبت کردار ہے۔ موجودہ زمانے میں عراق شام اور بیروت کے

We offer professional service in buying, selling of properties for all your real Estate requirement in Bangalore and Karnataka

Contact:-

CHOICE REAL ESTATE

327 Tipu Sultan palace Road

Fort Banglore 560002, ☎ 6707555

☎ 543105

STAR

CHAPPALS

WHOLE-SELLERS OF HIGH QUALITY LEATHER & RUBBER CHAPPALS

105/661, OPP, BLOCK NO-7 FAHIMMABAD COLONY

KANPUR-1- PIN 208001

تعلیمی شہروں میں لڑائی کی شغولیت نے ان کے تعلیمی معیار کو بہت نقصان پہنچایا ہے جبکہ مصری شہروں میں ایک حد تک امن وامان کی حالت نے یہاں علمی فوائد کو بڑھایا ہے۔ پورے ملک میں ۱۴ یونیورسٹیاں ہیں۔ اور دیگر ٹیکنیکل ادارے علیحدہ ہیں۔ حکومت کی طرف سے بھی تعلیمی معیار کو بڑھانے کی غرض سے یونیورسٹی، مدارس سکول اور دیگر کچھ تعلیمی اداروں میں مفت تعلیم کا انتظام ہے۔ صرف برائے نام معمولی سی رجسٹریشن فیس لی جاتی ہے اور ذہین طلباء کا ایک بہت بڑا گروپ مختلف میدان سے اعلیٰ تعلیم کی غرض سے غیر ملکوں میں Exchange Programme کے تحت بھجوائے جاتے ہیں جو تعلیم مکمل کر کے آنے کے بعد اپنے ملک اور قوم کی خدمت بجا لاتے ہیں۔ الازہر یونیورسٹی اور اسلامی امور کے وسائل کو نپٹانے کیلئے عالمی اسلامی "ازہری" ادارہ ہے جس کے سربراہ شیخ حسین طنطاوی صاحب ہیں۔ اصل میں تو اس ہستی کی ہر مسئلہ میں اپنی علیحدہ آزاد رائے ہونی چاہئے۔ لیکن چونکہ یہ حکومت کی طرف سے نامزد کیا جاتا ہے۔ اس لئے اس کرسی پر بیٹھنے والے اپنی حیثیت کا صحیح مظاہرہ نہ کر کے حکومتی پالیسی کی ہی وضاحت کرتے ہیں اور ان کا ساتھ دیتے ہیں۔ عالمی اسلامی مسائل کو حل کرنے کی غرض سے تقریباً ہر سال ہی ازہر ادارے کے ماتحت عالمی اسلامی کانفرنس ہوتی ہے جس میں تقریباً ہر دفعہ ہی "تحریک ھدامة وضلالة" یعنی گمراہ کن و تباہ کن تحریکات" کے موضوع پر جماعت احمدیہ کے خلاف تقاریر ہوتی ہیں اور ان کے خلاف قرار دادیں پاس ہوتی ہیں۔

عام مسلمانوں میں اسلامی تعلیم کی پابندی کا نظارہ دارالحکومت قاہرہ اور اسکندریہ کو چھوڑ کر دوسرے صوبوں میں بہت اچھا ملتا ہے۔ جہاں پردہ کا انتظام ہے۔ مساجد عموماً آباد رہتی ہیں درس و تدریس اور قرآنی معرفت کا ذکر کیا جاتا ہے حج اور عمرہ کی ادائیگی کیلئے تقریباً ایک لاکھ مصری ہر سال شرکت کرتے ہیں۔ نیک طبیعت لوگوں کی کثرت مضافات میں ملتی ہے۔ مہمان نوازی کی صفت عام ہے۔ خاص طور پر مسلمانوں کی مہمان نوازی بہ نسبت غیر مسلموں کے زیادہ ہے۔ وطنیت اور قومیت کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ آپسی اختلافات کے باوجود قومی ضرورت کے وقت سب متحد ہو جاتے ہیں۔ اور ملکر مقابلہ کرتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی قاہرہ اور اسکندریہ میں غیر ملکی سیاحوں کا مرکز ہونے کی وجہ سے مغربی تہذیب و تمدن نے اپنا نفوذ پھیلایا ہے مادیت پرستی اور عریانیت کا اثر ان جگہوں پر کافی ملتا ہے اور یورپ کی طرح ہی طبقہ نسوانیت اپنی برتری کو قائم رکھنے اور مردوں پر مسلط ہونے کی بھرپور کوشش کئے ہوئے ہے۔ سینما اور قمار بازی، فحاشی، بازاروں کی رونق بے پردگی کا رواج بھی کافی بڑھا ہے اور اس چیز کو وہ ماڈرن تقدم کہتے ہیں۔ شادی بیاہ برتھ ڈے اور دیگر پارٹیوں کا انعقاد یورپین طرز کے مطابق مشترکہ ہوتا ہے اور اس میں کسی قسم کا عیب نہیں سمجھا جاتا ہے۔ لڑکیوں نے اپنا زندگی کا ساتھی خود ہی انتخاب کرنا ہوتا ہے۔ سوائے چند ایک حالتوں میں والدین کی مرضی سے لڑکے کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ پھر دونوں کو اکٹھے گھومنے پھرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ بلکہ یہ آپسی افہام و تفہیم کیلئے ضروری ہے۔ شہروں میں طلاق و خلع ایک فیشن بن گیا ہے اور موجودہ وقت میں بے شمار کیس عدالت میں پڑے ہیں۔ چونکہ "احوال شخص کا قانون" عورت کو بہت زیادہ حقوق فراہم کرتا ہے۔ اس لئے عموماً مرد کو عورت کے تابع ہو کر رہنا پڑتا ہے۔ اور عورتوں کی ہی حکمرانی چلتی ہے۔

سیاسی نکتہ نگاہ سے مصر کا ایک اپنا علیحدہ مقام ہے۔ پورے عربی ملکوں میں اور افریقن ملکوں میں اس کو سیاسی سرداری حاصل ہے۔ مصر نے کافی حد تک ان ممالک سے زیادہ تکنیکی ترقی کی ہے۔ قاہرہ میں گزشتہ ۶ سال سے زمین دوز Metro گاڑی کے ذریعہ سفر کی سہولت شروع ہو گئی ہے۔ جو افریقہ میں اور عرب ملکوں میں سب سے پہلا ملک ہے۔ اور اب ان لائنوں کا جال بچھایا جا رہا ہے۔ (Suez Canal) نہر سویز کی وجہ سے اس کی عالمی اہمیت ہے۔ ۱۹۷۳ء کی عرب اسرائیلی جنگ میں مصر نے جزوی کامیابی حاصل کر کے اپنی فوجی طاقت کا بھی مظاہرہ کیا حالیہ عراق امریکی جنگ میں مصر کے اتحادیوں کے ساتھ مل جانے کی وجہ سے جنگ کا نقشہ ہی بدل گیا۔ اور عالمی سطح پر اس کی سیاست کو کچھ اہمیت حاصل ہوئی ہے۔ صدر مصر حسنی مبارک کے امریکی صدر بل کلنٹن سے ذاتی تعلقات اور مراسم ہونے کی وجہ سے مصر امریکی لابی کا ایک اہم مہرہ سمجھا جاتا ہے۔

خدا کے بندے خدا کی مدد سے کامیاب ہوتے ہیں

"ذرا ہادی کامل ﷺ کی حالت پر غور کرو۔ آپؐ نے دعوت حق شروع کی، تنہا تھے، جیب میں روپیہ نہ تھا، بازو بڑے مضبوط نہ تھے، حقیقی بھائی کوئی نہ تھا، ماں باپ کا سایہ بھی سر سے اُٹھ چکا تھا اور اُدھر قوم کو دلچسپی نہ تھی، مخالفت حد سے بڑھی ہوئی تھی مگر خدا اکیلئے کھڑے ہوئے۔ مخالفوں نے جس قدر ممکن تھے دُکھ پہنچائے، جلاوطن کرنے کے منصوبے باندھے، قتل کے منصوبے کئے۔ کیا تھا جو انہوں نے نہ کیا مگر کس کو نیچا دیکھنا پڑا۔ آپؐ کے دشمن ایسے خاک میں ملے کہ نام و نشان تک مٹ گیا۔ وہ ملک جو کبھی کسی کے ماتحت نہ ہوا تھا آخر کس کے ماتحت ہوا۔ اُس قوم میں جو توحید سے ہزاروں کوس دُور تھی توحید پہنچا دی اور نہ صرف پہنچا دی بلکہ منوا دی۔ خوف کے بعد امن عطا کیا۔

اُن کے بعد اُن کے جانشین حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوئے۔ آپؓ کی قوم جاہلیت میں بھی چھوٹی تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم میں سے بھی نہ تھے پھر کیونکر ثابت ہوا کہ خلیفہ حق ہیں۔ اُسامہ کے پاس بیس ہزار کا لشکر تھا اُس کو بھی حکم دیا کہ شام کو چلے جاؤ۔ اگر اُسامہ کا لشکر موجود ہوتا تو لوگ کہتے کہ بیس ہزار کے لشکر کی بدولت کامیابیاں ہوئیں۔ نواحِ عرب میں ارتداد کا شور اُٹھا۔ تین مسجدوں کے سوا نماز کا نام و نشان نہ تھا۔ سب کچھ ہوا پر خدا نے کیسا ہاتھ پکڑا!... کیسا خوف پیدا ہوا کہ عرب مرتد ہو گئے۔ مگر سب خوف جاتا رہا، کیوں؟ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ نے خلیفہ بنائے تھے۔ اسی طرح ہمیشہ جب لوگ مامور ہو کر آتے ہیں تو خدا تعالیٰ کی قدرت نمائی ہے۔ اُس کے ہاتھ کا تھامنا یہ دکھلا دیتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی حفاظت میں محفوظ ہوتا ہے۔

یاد رکھو جس قدر کمزوریاں ہوں سب معجزات اور الٰہی تائید میں ہیں کیونکہ ان کمزوریوں ہی میں تائید الٰہی کا مزہ آتا ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ خدا کی دستگیری کیسا کام کرتی ہے۔ امیر دولت کے گھمنڈ سے، مولوی علم کے گھمنڈ سے، کوئی منصوبے بازیوں اور حکام کے پاس آنے جانے کے گھمنڈ سے اگر کامیاب ہوتے ہیں تو خدا کے بندے خدا کی مدد سے کامیاب ہوتے ہیں۔ اُن کے پاس سرمایہ، علوم اور سفر کے وسائل نہیں ہوتے مگر عالم ہونے کا لاف و گزاف مارنے والے اُن کے سامنے شرمندہ ہو جاتے ہیں۔ ان کے پاس کُتب خانے اور لائبریریاں نہیں ہوتیں وہ حکام سے جا کر ملتے نہیں۔ مگر وہ اُن سب کو نیچا دکھا دیتے ہیں جو اپنے رسوخ۔ اپنے معلومات کی وسعت کے دعوے کرتے ہیں۔ برادری اور قوم اُس کی مخالفت کرتی ہے مگر آخر یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی طرح اُن کو شرمندہ ہونا پڑتا ہے یہی ہمیشہ اُن کی پہچان ہوتی ہے"۔ (خطبات نور، جلد اوّل صفحہ ۱۲ تا ۱۴)

ضروری اعلان

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایت ہے کہ آپ سے اجازت حاصل کئے بغیر آپ کی تازہ تصنیف Revelation Rationality, Knowledge and Truth کی کوئی سطر بھی Internet وغیرہ میں ہرگز نہ دی جائے۔

اسی طرح اس امر کی بھی پابندی کی جائے کہ جماعت کی کوئی کتاب بھی انٹرنیٹ وغیرہ پر دینے سے قبل وکالت تصنیف کے ذریعہ پہلے اجازت حاصل کی جائے۔ اس ہدایت کی خلاف ورزی کاپی رائٹس کی خلاف ورزی ہوگی اور خلاف ورزی کرنے والے کے خلاف (خواہ احمدی ہو یا غیر احمدی) قانونی طور پر مقدمہ ہو سکتا ہے۔

۲۔ چیئرمین ایم ٹی اے انٹرنیشنل نے بذریعہ فیکس 20 جون 1998ء حضور انور کی اس ہدایت سے مطلع کیا ہے کہ ایم ٹی اے انٹرنیشنل کی تمام نشریات کی کاپی رائٹس ایم ٹی اے انٹرنیشنل کے حق میں محفوظ ہیں بلا اجازت ان نشریات کے کسی بھی حصہ کی اشاعت ممنوع ہے۔

(ناظر نشر و اشاعت قادیان)

طالبان دُعا:-
آٹو ٹریڈرز
AUTO TRADERS
16 مینگولین کلکتہ 700001
دکان-248-1652, 248-5222
رہائش-243-0794, 27-0471

ص
ارشاد نبوی
خَیرُ الزَّادِ التَّقوٰے
سب سے بہتر زادِ راہ تقویٰ ہے
منجانب
رکن جماعت احمدیہ ممبئی

Subscription
Annual Rs/-150
Foreign
By Air : 20 Pound or 40$ U.S.A
: 60 Mark German
By Sea : 10 Pound or 20$ U.S.A

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWS PAPER FOR INDIA AT NO-R.N 61/57

The Weekly BADR

Qadian 143516, Distt Gurdaspur Punjab (INDIA)

Vol - 47 Thursday, 13th August 1998 Issue No : 33

☎ (091) 01872-20757
20091
FAX (091) 01872-20105

THE FIRST ISLAMIC SATELLITE CHANNEL

SATELLITE	:	INTELSAT 703 IS -703 AT 57* E
DECODER	:	C Band
POSITION	:	57* East
POLARITY	:	Left Hand Circular
DISH SIZE	:	Max. 8 Ft
VIDEO FREQUENCY	:	4177.5 Mhz
AUDIO FREQUENCY	:	6.50 Mhz

E Mail : mta @ bitinternet . com
INTERNETCOAD : http://www.alislam.org/mta

AUDIO FREQUENCY

URDU	:	6.50
ENGLISH	:	7.02
ARABIC	:	7.20
BENGALI	:	7.38
FRANCH	:	7.56
DEUTSCH	:	7.74
TURKCE	:	8.10

MTV AHMADIYYA International

BROADCASTING AROUND THE CLOCK

☆...... اگر آپ خودیا اپنے بچوں کو اسلامی تعلیم سے روشناس کرانا چاہتے ہیں۔
☆...... اگر آپ موجودہ فحاشی سے بھرپور ٹی وی چینلز سے بچ کر اپنی اور اپنے بچوں کی اخلاقی وروحانی پرورش کرنا چاہتے ہیں تو آپ ہمیشہ

مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل

ہی دیکھئے۔ اس میں نماز سکھانے۔ قرآن مجید سکھانے کے علاوہ حضرت امام جماعت احمدیہ عالمگیر کے درس القرآن۔ ترجمۃ القرآن و ہومیو پیتھی کلاس اور مجالس عرفان نشر ہوتی ہیں۔ علاوہ ازیں زبانیں سکھانے اور کمپیوٹر و سائنس سے متعلق دیگر معلومات سے بھرپور پروگراموں سے بھی آپ استفادہ کر سکتے ہیں۔

☆...... جماعتِ احمدیہ کا عربی رسالہ التقوی لنڈن۔ انٹرنیشنل الفضل لندن۔ جماعتی کتب اور دیگر معلومات Computer Internet پر دیکھ سکتے ہیں۔ جس کا نمبر اوپر دیا گیا ہے۔
☆...... حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبات۔ ہومیو پیتھک کلاسز اور دیگر ضروری پروگرام کی ویڈیو کیسٹ حاصل کرنے کیلئے نیچے لکھے پتہ جات پر رابطہ قائم کریں۔

نوٹ: ایم ٹی اے کی جملہ نشریات کا پی رائٹ © قانون کے تحت رجسٹرڈ ہیں۔ اس کے کسی بھی حصہ کی بلا اجازت اشاعت یا نشر خلافِ قانون ہے۔

NAZARAT NASHRO - ISSHAT
MTA QADIAN Mohalla Ahmadiyya Qadian -143516
Ph: 01872-20749 Fa x : 01872 - 20105

MTA International, P.O . Box 12926, London SW 18 4ZN
Tel : 44-181 870 0922 Fax : 44 - 181 875 0249
Internet code : http://www.alislam.org/mta

ESTD:1898
MFRS OF ARMY INDUSTRIAL AND CIVILIAN FANCY SHOES
M. MOOSA RAZA SAHIB & SONS
NO 6 ALBERT VICTOR ROAD FORT
BANGALORE - 560002 INDIA
☎: 6700558 FAX: 6705494

شریف جیولرز
پروپرائیٹر حنیف احمد کامران۔ حاجی شریف احمد
اقصیٰ روڈ۔ ربوہ۔ پاکستان۔
☎ دوکان : 0092-4524-212515
رہائش : 0092-4524-212300
روایتی زیورات جدید فیشن کے ساتھ

EXPORTS & IMPORTS
All types of Leather jackets, Ladies bags, purse, hand gloves, Organic Cotton (Garments & Baby Cloth)
Contact:
OCEANIC EXIM
57, BRIGHT STREET, CALCUTTA 700019 (INDIA)
PH: 2805209,2474015 FAX : 91 - 33 - 2479163

PRIME AUTO PARTS
HOUSE OF GENUINE SPARES
AMBASSADOR
&
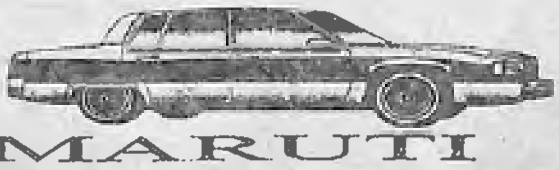
MARUTI
P, 48 PRINCEP STREET
CALCUTTA- 700072 ☎ 26-3287

دعاؤں کے طالب:
محمود احمد بانی
منصور احمد بانی
کلکتہ

BANI®
موٹر گاڑیوں کے پرزہ جات

Our Founder:
Late Mian Muhammad Yusuf Bani
(1908 - 1968)
AUTOMOTIVE RUBBER CO.
BANI AUTOMOTIVES | BANI DISTRIBUTORS

✆ : CITY SHOWROOM: 27-2185/26-9893 WAREHOUSE: 343- 4006/4137 RESIDENCE: 26-2096/4696/27-8749 FAX: 91-33-27-1027